اُسی چندن پہ کیا وار ستمگر ہو کر
جسکی خوشبو سے نہال مست تہا ہر فرد بشر

تہا سفر آخری کرنے کو سوامی تیار — بند آنکہیں ہوئیں جاتی تہیں مگر تہا ہشیار
کر کے جاتی سے خطاب اسنے کہا آ جاتی — تجہپہ قربان بصد شوق رساں ہی جاتی
یاد رکہنا نہ کبہی بہولنا یہ آخری بول — ہے تمہارے لئے میری یہ نصیحت انمول
دیکہنا دہرم کو کرنا نہ فراموش کبہی — دہرم سیوا کا نہ ٹہنڈا ہو ذرا جوش کبہی
دہرم سیوا میں مرو چاہتے ہو گر جینا — کیونکہ اس حال میں مرنا ہے سراسر جینا

قوم زندہ ہے وہی جسمیں کہ ہے دہرم کا جوش
ہے یہ لازم کہ میں ہوں اتنا ہی کہکر خاموش

شیخ شیراز کو خدا بخشے — خوب فرما گئے کہ اے انساں
یاد داری کہ وقت زادن تو — ہمہ خنداں بدند وتو گریاں
آنچناں زی کہ وقت مردن تو — ہمہ گریاں شوند وتو خنداں

کرم ویر سوامی شردھانند کے آخری بول

(انوپ چند آفتاب پانی پتی)

ویدکی روشنی دنیا کو دکھائی جس نے — آگ شدھی کی ہر اک دل میں لگائی جس نے
قصۂ درد اناتھوں کا سنایا جس نے — حال پُرسوز اچھوتوں کا بتایا جس نے
جس کرم ویر نے بھارت کی پلٹ دی قسمت — جس کرم ویر نے دنیا کی بدل دی قسمت
جس کرم ویر نے گلزار بنائے جنگل — جس کرم ویر نے قوموں میں مچادی ہلچل
حیف صد حیف وہ بھارت کا ستارا نہ رہا — غم نصیبوں کیلئے کوئی سہارا نہ رہا

یاد ہے اُس کی زمانہ میں ہر اک سو جاری
اس کی فرقت کی لگی تیغ جگر پر کاری

کوئی قاتل سے یہ پوچھے کہ یہ کیا ظلم کیا — فائدہ کیا تجھے اس ظلم سے کمبخت ملا
وار گولی کا سوامی پہ کیا کیوں تو نے — بار کندہوں پہ گناہوں کا لیا کیوں تو نے
تھا وہ چندن کہ زمانے میں مہک تھی اسکی — دہوم اس دہر میں تا اوج فلک تھی جسکی

شردھانجلی

(منتجۂ فکر منشی دیانند صاحب ورما میرٹھی)

یاد رکھنا ہمیں فردوس کے جانیوالے — صدمۂ فرقت کا تری ہم ہیں اٹھانیوالے

ہر طرف تیرے غمِ ہجر کی سنتا ہوں صدا — اپنے عشاق سے منہ اپنا چھپانیوالے

دل کو بیچین بہت رکھتا ہے ملنے کا خیال — لوٹ کر جلد ہی آنا ادھر سے جانے والے

خواستگاروں پہ ترے کوہِ الم ٹوٹ پڑا — دھرم کے واسطے اندوہ اٹھانیوالے

حیف کس وقت میں بگڑا ہے ترا سازِ وجود — نغمۂ رازِ حقیقت کے سنانیوالے

قلب دشمن تھا ترا مثلِ چراغِ خورشید — راہ بیخوف و خطر ہم کو دکھانیوالے

گر دوہ کو تری اس کام میں پہنچا نہ کوئی — پا شکستہ ہوئے شدھی کے مٹانیوالے

دل پہ چھائی ہے گھٹا فرقت سوامی کی دیا
مینہ کے قطروں کی طرح اشک ہیں آنیوالے

شہید

(پنڈت ہرچند صاحب اختر)

ہوئے جب سے شہید شردھانند — قوم ساری ہے وقف آہ و فغاں

سن اسے قاتلا کھٹیاں کھٹیاں کی، وتا ملد ساڈا تو لالا رام لیؤ ییں
تیرے جیہا اوہدا کوئی جو یرناسی دنیا وچ کیتا منلا کام ایئو ییں
نرا پرادھ دے گھاتک وانگ واسا کہندے آگھ رااے اسلام لیؤ ییں
کھوٹا کرم کرکے کیتا پا پیا اوسے قوم اپنی نوں بدنام ایئو ییں
(بھیم سین شرما از منٹگمری)

شردھا کا پھل

اٹھ گیا ہے جہاں سے وہ بندہ — تھا جو حق میں۔ بقا کا جوئندہ
مرنا جینا جسے سمجھتے ہیں — ساری دنیا کا ہے یہی دھندہ
موت لاریب ہے سعید وہی — نام ہو جس سے جگ میں تابندہ
پھل ملا ہے اُسے یہ شردھا کا — مر کے بھی شردھانند ہے زندہ
قدسیوں میں وہ ہو گیا شامل
عرش پر نام ہو گیا کندہ
بلدم

سوامی شردھانند جی کا بلیدان

آریہ مِتر وا ایش دادھیاں دھر وکر پانال جب دی دیا نند آئے
پرگٹ نوین سر دیہ نوں جِھماں کیتا۔ بھارت ساباں دین آنند آئے
کھا کے زہرا دہ بھی بلیدان ہوئے کرن دھرمیاں دے سر بلند آئے
سچے آریہ ویر ندھرک سادھو۔ وارن سیس سوامی شردھانند آئے

سکھیا سوامی دی کیتی گرہن جس نے وچہ دیش دے دہرم پرچار کیتا
آریہ پرتی ندھی سبھا بنا کے تے۔ بیڑا جنھاں سماج دا پار کیتا
سبھے چھڈ کمزوریاں بنے آریہ۔ نالے جنم دا خوب سدھار کیتا
تن من دھن سب واریا اس اُتوں ایسا دہرم دے نال پیار کیتا

ہند قوم رساتل نوں پئی جاندی۔ ایس بات دا بیٹھ وچار کیتا
کہندے کوئی کوڑ بیتیاں دُور ہو دن۔ انہاں دیش نوں مار کے خوار کیتا
سوامی ہندو سماج دے نال شامل ملکانہ پنجاب ہزار کیتا
ایسے دیش ہتیشی نوں نال دھوکے مار کم کی دُشٹ بدکار کیتا

شاخ سے اس گل خوشرنگ کو توڑا پھر کیوں ؛ تیرے نزدیک ستمگر وہ اگر خار نہ تھا
ہندو مسلم کے ہمیشہ سے رہے حامی وہ ؛ ان کا سوامی جی سے بہتر کوئی غمخوار نہ تھا
حق پرستوں پہ جفا ہوتی ہی آئی ہے سدا ؛ قابل ناز ستمگر یہ ترا کار نہ تھا
پیغمبر ہم سے ہوئے جام شہادت پی کر ؛ آپ کا سیوہ تو یہ دہرم کے دلدار نہ تھا
حق پرستی کے سوا اس مہ عظمت کا وجود ؛ باعث رنج نہ تھا موجب آزار نہ تھا
کس طرح عالم شدہی میں شعاعیں پھیلیں ؛ قلب سوامی کا اگر مطلع انوار نہ تھا
باغ شدہی کا ہوا جیسا کہ تازہ اس دم ؛ ایسا سرسبز کبھی پہلے یہ گلزار نہ تھا
خارج العقل سمجھتا ہوں اسی جو انساں ؛ نقد جاں سے تری عظمت کا خریدار نہ تھا
آپ کا سینہ وہ انمول تھا گنجینہ علم ؛ اسکے اک نکتہ کے لائق در شہوار نہ تھا
مال و زر نقد سخن سے اُسے رونق بخشی ؛ آپکا دہرم نوازی کے سوا کار نہ تھا
جب سے شائق وہ ہوئے تربیت نسواں کے ؛ ان کا دل فکر سے اس کی کبھی بیزار نہ تھا

غم نے گھیرا ہے دبایا دل کو ترے صد افسوس
غم یہ وہ غم ہے کہ تو جس کا سزاوار نہ تھا

دورنگی زمانہ ہے اک عالم رنج و راحت کا قطعہ کسی جا شور ماتم ہے کہیں نغمہ سرائی ہے
کوئی روتا ہے خون دل کوئی ڈوبا ہے عشرت میں ؛ کوئی غمگین کسی نے عیش کی مہندی رچائی ہے
ہوا ہے مرگ شردھانند سے اندھیر کچھ اب ؛ دیار دل پہ اپنے اک گھٹا ظلمت کی چھائی ہے

نہیں دیکھی کبھی یکساں روش رونق زمانہ کی
کچھ ایسی انقلاب چرخ نے حالت بنائی ہے

رتبہ بڑھا وہ تیرا معراج پا گیا تو
ہو کر شہید اکبر قومی شہید سوامی ؒ

اس قتل بیگناہ کی کھل جائیگی حقیقت
محشر میں بین داور قومی شہید سوامی

جس موذی لعین نے ریوالور چلایا
لعنت خدا کی اس پر قومی شہید سوامی

خون شہید بن کر لائیگی رنگ شدھی
اس کے کھلیں گے جوہر قومی شہید سوامی

ڈرتا نہ تھا کسی سے وہ شیر مرد تھا تو ؒ
تجھسا کہاں سے لاویں قومی شہید سوامی

اُف رے تیرا کلیجہ کھا کر جگر پہ گولی
آئی نہ آہ لب پر قومی شہید سوامی

شان جنازہ وہ بھی شستدر تھا کہ زمانہ
حیرت فزا تھا منظر قومی شہید سوامی

مٹنے سے کام تیرے ہرگز نہیں مٹینگے
ہونگے ترقیوں پر قومی شہید سوامی

دروازہ سب پہ کھولا تو نے دہرم کا دیکر
تعلیم وید منتر قومی شہید سوامی

کاموں پہ تیرے ملکر تن من سے قوم والے
کردیں گے دہن نچھاور قومی شہید سوامی

سالار قافلہ تو ہم کارواں تھے تیرے
تو تھا ہمارا رہبر قومی شہید سوامی

کیونکر نداق لکھے یہ تیرے کارنامے ؒ
جتنے بھرے ہیں دفتر قومی شہید سوامی

شردھانجلی

(نتیجۂ فکر لالہ دیانند صاحب ورما دیا میرٹھی)

بار اندوہ اُٹھانے کو میں تیار نہ تھا
دوستو! مجھکو گمان یہ کبھی زنہار نہ تھا

تعجب ہے سنگ جفا جس پہ گرا ہے آکر
یہ وہ دل ہے کہ جو منت کش آزار نہ تھا ؒ

کیوں مرے دلکو کیا تیغ ستم نے مجروح ؒ
جو سر کینہ اگر چرخ ستمگار نہ تھا ؒ

سوامی شردھانند جی تا لے لگا کر چلیے

مردہ دلوں کو سوامی زندہ بنا گئے ہیں

ویدک دھرم کا سوامی ڈنکا بجا گئے ہیں مردہ دلوں کو سوامی زندہ بنا گئے ہیں
طرزِ عمل ہمارا ہم کو بتا گئے ہیں کرتویہ کا بھی پالن کرنا سکھا گئے ہیں
ساری عمر گذاری تھی خدمت دھرم میں سیوا یہ آخری بھی سوامی نبھا گئے ہیں
باغ دھرم کو سینچا اپنے لہو سے آخر قربانیوں کا ہم کو کرنا سکھا گئے ہیں
خود ہو گیا امر وہ جاتی میں ڈال دے جان ویدک دھرم کی سیوا کرنا بتا گئے ہیں
ہاں رائگاں نہ ہرگز جائیگا خون اُن کا وہ جانشین اپنا ہم کو بتا گئے ہیں
ہنس ہنس کے جان دینا سیکھینگے اس طرح سے اپنا لہو بہا کر ہم کو دکھا گئے ہیں
اسلام کے ظلم کی نامیدمیں مسلماں سوامی کا خوں بہا کر مہریں لگا گئے ہیں

قربان وید ہو کر پائیں گے شانتی ہم
یہ آخری سبق وہ ہم کو پڑھا گئے ہیں

قومی شہید سوامی

(از جناب پنڈت شیو نرائن صاحب شرما ویدراج مذاق دہلوی)

ماتم ہے تیرا گھر گھر سو قومی شہید سوامی برپا ہے شورِ محشر قومی شہید سوامی
جب تک رہینگے سوزاں مفارقت میں وہ داغ ہیں جگر پر قومی شہید سوامی
روئینگی تیرے غم میں ہر چشم زخم آنسو ناسور دگا بن کر قومی شہید سوامی

مرنیوالے ہم کو بھی مرنا سکھا کر چلدیئے

جاں نثاری کا سبق از بر پڑھا کر چلدیئے
مرنے والے ہم کو بھی مرنا سکھا کر چلدیئے

گولیاں سینہ پہ کھائیں منہ نہ موڑا دہرم سے
جو نہ دیکھا تھا کبھی منظر دکھا کر چلدیئے

سچ اگر پوچھو تو دنیا میں یہی مشکل تھا کام
امتیاز دوست اور دشمن بنا کر چلدیئے

ہندوؤں کیواسطے اب ہیں یہی گنگ و جمن
شگفتن ستہ می کی وہ بنسی بجا کر چلدیئے

آج ارتھی پہ نظر آیا وہی جلوہ ہمیں
طور پر جو کچھ کہ دیکھا تھا دکھا کر چلدیئے

زیست میں عزت ملی مرکر شہادت مل گئی
لوک اور پرلوک دونوں کو بنا کر چلدیئے

آتما پرماتما میں تھی جو مدت سے دوئی
وصل ہوکر فصل کا پردا اُٹھا کر چلدیئے

اب نظر آتا نہیں کچھ نا امیدی کے سوا
ہم کو وہ آئینہ حیرت بنا کر چلدیئے

مادرِ ہمت کہاں سے لائیگی اب ایسے لال

کام آیا تو غریبوں کے ہمیشہ کال میں
تو نے بھوکوں کو کھلائیں روٹیاں گو مال میں

تو شہید قوم تھا اور تیرا قاتل تھا یزید ٭ کون اس سفاک کو کہتا ہے اب عبد الرشید
آج سارا ملک اس بزدل کو کہتا ہے پلید ٭ ہے دعا یہ خالق کی بس آج اے مرد شہید
گولیاں کھا کر کریں ہم کام شردھانند کا
وقت آخر ہو لبوں پر نام شردھانند کا

شہید شردھانند کی یاد میں ٭

کیا قتل جس نے سوامی ہمارا۔ اسے بھی تو چھاتی لگانا پڑیگا

(یہ وہ بھجن ہے۔ جو سوامی جی کی ارتھی کیساتھ دہلی میں مختلف بھجن منڈلیاں گا رہی تھیں)

ہوا آج بھارت پہ قربان سوامی ٭ یہ سندیش گھر گھر سنانا پڑے گا
کیا قتل جس نے سوامی ہمارا ٭ اسے بھی تو چھاتی لگانا پڑے گا
نہ قتلوں سے ہوگی کبھی بند شدھی ٭ ہمیں بچہ بچہ کٹانا پڑے گا
زمانہ سے اب نام کفر و دغا کا ٭ تمہیں آریو اب مٹانا پڑے گا
دیانند کے ہم ہیں جو سچے سپاہی ٭ جہاں بھر کو آریہ بنانا پڑے گا
مرے تو نہیں بلکہ زندہ ہیں سوامی ٭ امر نام ان کا منانا پڑے گا
تیرے درشنوں کو ہم آئے ہیں سوامی ٭ ہمیں اب تو درشن دکھانا پڑے گا

کانگریس کا جن دنوں جلسہ یہ امرتسر میں تھا — خوف ڈائر او ڈوائر کا وہاں گھر گھر میں تھا
بتر وہ امرتسر کے اُن دنوں اک ممبر تھا — صدر استقبالیہ کا کون ہو۔ چکر میں تھا

صدر بن کر تو نے وہ کار نمایاں کر دیا
سارے بھارت ورش کو ممنون احسان کر دیا

پی لیا جام شہادت تو نے اے پیر مغاں — ہو گئی پی کر تجھے حاصل حیات جاوداں
ہندو جاتی نے تیرے غم میں لہو رو کر یہاں — خون سے سینوں پہ لکھ رکھی ہے تیری داستان

ہم شہادت کے تیری سب راگ گاتے جائینگے
خون تیری تقلید میں اپنا بہاتے جائینگے

اپنے دل میں اب کوئی لائے نہ سوامی یہ گماں — سوامی شردھانند کا اب مٹ گیا نام و نشان
خون ناحق کا تیرے قطرہ گرا ہوگا جہاں — لاکھوں شردھانند اب ہو جائینگے پیدا وہاں

یہ نہ سمجھے کوئی ہم کہو کر تجھے سو جائینگے
نام لیکر تیرا ہم بھی فنا ہو جائیں گے

وقت جب کوئی مصیبت کا کبھی آ کر پڑا — سب سے آگے ہم نے شردھانند کو دیکھا کھڑا
تو گرو کے باغ میں سکھوں کی خاطر جا اڑا — بھائیوں کے واسطے جا کر حکومت سے لڑا

جیل جانا آہ اس پیری میں کس کا کام تھا
تیرا دل تیرا کلیجہ مرد نیک انجام تھا

تو تھا مذہب کا پیمبر یا تھا سچائی کا دوست — آہ اے شیر وطن اے ہند کے سچے سپوت
تو ہی تھا بیواؤں کا حامی یہاں اے راجپوت — رو رہے ہیں آج میت پر تیری سارے اچھوت

تھی عنایت سب پہ جنکی فیض جنکا عام تھا   کرم جاتی کیلئے جس کا ہر اک نفس کام تھا

وہ نشانہ بن گیا کس کی جفا کے تیر کا

خون بیرحمی سے کس نے کر دیا اس ویر کا

کر دیا قائم گوروکل جس نے اک گنگا کے تیر   آجتک ملتی نہیں ہے ملک میں جس کی نظیر

مال و زر کو جس نے سمجھا قوم کی خاطر حقیر   چھوڑ دی جس نے وکالت بن گیا قومی فقیر

کمان تھا بھارت میں جو قربانی و ایثار کی

کل شہادت ہو گئی اس دھرم کے اوتار کی

لاجپت کو مانڈلے میں جن دنوں بھیجا گیا   اپنے کو کہنا سماجی جرم جب سمجھا گیا

ہو سماجی مشتبہ نظروں سے جب دیکھا گیا   ممبری سے لاجپت کا نام تک کاٹا گیا

جن دنوں دشوار لینا لاجپت کا نام تھا

لاجپت کا ان دنوں حامی یہ منشی رام تھا

جن دنوں دہلی میں برسائی گئی تھی گولیاں   گورکھوں نے ساری پبلک گھیر رکھی تھی جہاں

تیرا ہی دم تھا وہاں پر آہ اے شیر ژیاں   کھولکر سینہ کو اپنے یہ کہا تو نے وہاں

پہلے سنیاسی کا تمکو خوں بہانا چاہیئے

گولیاں پبلک پہ پھر تمکو چلانا چاہیئے

جب تو غیروں کی چلی گولی نہ تجھ پر دھرم ویر   کر دیا اپنے نے تیرا خون اب روشن ضمیر

تو نے کھائیں گولیاں کل چار اے مرد فقیر   عمر بھر کھائیں گے ہم سوامی تیری فرقت کے تیر

کام جب مشکل کوئی ہم کو اگر آ جائیگا

سوامی شردھانند کا فوٹو نظر آ جائیگا

پی لیا جام شہادت کس شہید ناز نے
جان دیدی دھرم پر کس عاشق جانباز نے

آہ کس دولہا کو پہنائے تھے کل پھولوں کے ہار آہ کس شہ کی سواری میں تھی خلقت بیشمار
کس شہید قوم کا ہم نے کیا تھا کل سنگار آہ کل کسکی زیارت کو تھے لاکھوں بیقرار

کس رُخ روشن کا کل دیدار کم دشوار تھا
چہرۂ پرنور کس کا مطلع الانوار تھا

پھول برسانے ہوئے جاتے تھے کس پر نوجواں رو رہا تھا کسکی میت دیکھکر سارا جہاں
دیکھکر کس کے جنازے کو یہ ہوتا تھا گماں لائے ہیں الکاپوری سے دیوتا لشکیمان

فیض تھا کسکی شہادت کا یہ کسکی ذات تھی
شہر دہلی میں یہ کل پھولوں کی کیوں برسات تھی

تھا کفن پھولوں کا اس پہ تھی چادر نور کی طالبان دید حیراں تھے نظر جمتی نہ تھی
ہر طرف پھیلی ہوئی تھی طور کی سی روشنی ہر جوان و پیر پر طاری تھے آثار غشی

اہل دہلی کو تھا فکر کس تصویر کا
جا بجا لیتے تھے فوٹو روئے پر تنویر کا

تھا یہ کل جشن شہادت آہ کس سالار کا گو نحیف تھا شبد کیوں سوامی سچے جے کار کا
حال تھا غم سے پریشاں مفلس و زردار کا کیوں لہو تھمتا نہ تھا کل دیدۂ خونبار کا

تھا یہ کل کسکا جنازہ کون شردھانند تھا
کس کے درشن کیلئے ہر شخص حاجتمند تھا

مر نہیں جاتا کبھی یہ مرد نیک انجام تھا سوامی شردھانند تھا اب پہلے منشی رام تھا

اک پیر حق پرست پہ حملہ۔ خدا کی مار ہے
کچھ بھی نہ اُس نہنگ کا پاس ادب ہوا

ریوالور کا فیر تھا اک سانپ نہاں
جو قتل بے سبب کا نمایاں سبب ہوا

یہ قتل بیگیا و مگر رنگ لائے گا
نازل خدا کا حشر میں جیسے دم غضب ہوا

جو وہم میں بھی راز نہ تھا سر بسر کھلا
جس کا گمان تک نہ تھا وہ کام اب ہوا

اس قتل ناگہاں کا ہے اک صدمہ عظیم
ہر دل ہے ریش ریش و رنج و تعب ہوا

سوامی شردھانند کا۔ جو فخر قوم تھے
دست عدو سے بد سے یہ کار عجب ہوا

تاریخ قتل رونق غمگین کیا کہوں
سب کہہ رہے ہیں۔ آہ یہ کیا غضب ہوا

۲۶ ۶۱۹

خون کے آنسو

شری سوامی شردھانند جی مہاراج کی شہادت پر نوحہ

(جناب سوتی برہم سروپ صاحب تمار کے قلم سے)

کس کا ماتم ہے کہ ہم سب ہو رہے ہیں سوگوار
کس کی فرقت کے الم سے آج ہو سینہ فگار

ہچکیاں ہم باندھ کر روتے ہیں کسکو زار زار
یاد کر کے ہم تڑپ اٹھتے ہیں کسکو بار بار

مرنیوالا یا الٰہی کون ایسا مر گیا
قوم کے مردوں کو جو مرتے ہی زندہ کر گیا

داستان پُر الم کرتے ہیں ہم کسکی بیاں
نام نامی آج ہے کس ویر کا ورد زباں

کون کھا کر مر گیا سینہ پہ اپنے گولیاں
خون سے کس شیر کے قاتل نے کھیلیں ہولیاں

چڑھتے رہے وہ شبیر کی آمد پہ نر و گھسن

ہوں ورہم میں غیر بھی زور آزما نہ ہوں — پہلو سے اپنے سخت جگر بھی جدا نہ ہوں
عصمت دری کے سین کبھی رونما نہ ہوں — کوہاٹ و مالابار کے فتنے بپا نہ ہوں

تنظیم و سنگھٹن میں ہو پھر خود بخود ملاپ
شرما کے دل سے دور ہو جب بزدلی کا پاپ

ہے پربھو پھر سے ہمارا بیر شردھانند دے — آریہ جاتی کا سہارا بیر شردھانند دے

دھرم مت جوت تھا جو بلیدان دھرم پر ہوا — دھن دھن دھر دھیر پیارا بیر شردھانند دے
سہن کرتا دھمکیاں جو قتل کی نت نت کئی — پر نہ ٹلتا شدھی ان سے بیر شردھانند دے
دھن دیا اور من دیا پھر تن بھی جس نے دیا — دیش جاتی کیلئے پران بیر شردھانند دے
سینچ کر بچ رکت سے ودیک دھرم کو چل بڑا — دے رشی کا شسیہ پورا دھیر شردھانند دے
ویدودیا کیلئے گوروکل کا اودھائن کیا — دے گورو دے پوجیہ ور گمبھیر شردھانند دے
بدولت جو تھے انہیں ادھار کر اونچا کیا — دین دکھیوں کا سہارا بیر شردھانند دے
ہے پربھو ہی یہ بنے کر جوڑ کر سنتوش کی — پھر سے بھارت کا دلارا بیر شردھانند دے

قطعہ تاریخ شہادت سوامی شردھانند

(از جناب ممتاز الشعرا منشی پیارے لال صاحب رونق دہلوی)

تھا ہند کا جو لیڈر ذی اقتدار قوم — رخصت جہاں سے آہ وہ عالی نسب ہوا
ہو کر وہ قتل زندۂ جاوید ہو گیا — حاصل شہید قوم کا اس کو لقب ہوا
کس تشنہ لب نے آہ کیا ناتواں پہ وار — پیاسا لہو کا کون یہ شیخ عرب ہوا

نظم

رہزن ملت ہوا ہے رہنما تبلیغ کا
پیر میخانہ بنا ہے پیشوا تبلیغ کا

استو ہی بابو کی چاندی کیمیا ہاتھ آگئی
اک جٹا دھاری کو نسخہ لگ گیا تبلیغ کا

کھل گئی ہلاک کی چوری تو اس چالاک سے
مکر کی انگشتری پہ نگ جڑا تبلیغ کا

پردۂ عصیاں ہوا جب شیخ جی کا چاک چاک
دامن اخبار کو پردہ کیا تبلیغ کا

جب مداری کی حقیقت ڈھنڈ ہنڈیکی کھلی
تب تبارہ میں نکالا شعبدہ تبلیغ کا

جب تصوف کی جبیں پر لگ گیا داغ سیہ
تب چلا مرشد دکھانے معجزہ تبلیغ کا

چھن گیا دست مبارک سے علم اسلام کا
مرشد کامل نے تب جھنڈا لیا تبلیغ کا

رنگ سے راجہ بنا راجے سے ہو گیا بادشاہ
پھر بنیگا اک زمانہ میں خدا تبلیغ کا

سوانگ بھرنے میں ہے اس نقال کو پورا کمال
ہے بدلتا روپ یہ بہروپیہ تبلیغ کا

پیر عاصی نے گناہوں سے چھپانے کیلئے
چہرۂ تلبیس پر روغن ملا تبلیغ کا

تیری اس طرفہ ظرافت کی کہاں تک داد دوں
وقت پر کیا خوب سوجھا چٹکلہ تبلیغ کا

(دردؔ عمر)

دان ٹطم کی ہوا ہے۔ گھولے کی ناپ تول
بیفائدہ نفاق یہ ہے سنگھٹن کا قول

کمزور قوم ہے تو ہی دولت بھی ہے وبال
بودوں کے مال پر بھی ٹپکتی ہے سب کی رال

وہ مال بار دوش ہے جسکی ہو سنبھال
ہے بزدلی کے جرم کا ثمرہ زبان مال

اک تن میں تین جی بنے انہیں تھا سنگھٹن

کام میں نندھی گئے کام شردھانند کا ‌‌‌‌ ہے یہ خاموش آخری پیغام شردھانند کا
اور دو گنے جوش سے ہو کام شردھانند کا ‌‌‌‌ آگ دے دلمیں لگا انجام شردھانند کا

چشم گریاں سے رواں ہو ورنہ سو طوفان نوح
شاد ہوگی اس سے کیا سرشار اسکی پاک روح

شری پت آتما رام بیری پریمی پردہان آریہ سماج کلان مسجد

نہ ہائے کہا نہ اُف ہی کیا ‌‌‌‌ نہ تجھ پر قاتل تف ہی کیا
سوامی نے تجھ پر رحم کیا ‌‌‌‌ اور رحم سے تیرا فہم کیا

نہ چیخ ہوئی نہ پکار ہوئی
جب گولی سینہ سے پار ہوئی

او قاتل نعل خبیث کیا ‌‌‌‌ تو نے زندہ شہید شہید کیا
اسلام پہ کیا احسان کیا ‌‌‌‌ لیک ہند کا بڑا نقصان کیا

اسلام کی عزت خوار ہوئی
جو باقی تھی دیوانہ دہار ہوئی

تھا شیر مرد وہ مرد خدا ‌‌‌‌ نہ خوف جیل نہ ڈر گولی کا
وہ وطن کیلئے ہی مرتا تھا ‌‌‌‌ پر بھی تھا بھلائی کرتا تھا

کر رحمت آشکار ہوئی
گولی قاتل کی گلزار ہوئی

ہوں مسافر کو میسر تو شہادت کے مزے
اور تو خالی رہے۔ یہ کب گوارا تھا تجھے

کد گدایا شوق تحصیل شہادت نے تجھے — وہ سنہری دن دکھایا تیری قسمت نے تجھے
گستنی ٹھہرایا اسلامی شریعت نے تجھے — آخرش اک مسلم شیطان سیرت نے تجھے

کر دیا ریوالور سے فیر کر کے حلال
کافر بد کیش کے دل میں نہ آیا یہ خیال

وہ ملیگا مرتبہ ان جند داروں سے تجھے — جسکو خود حضرت الیس بھی حاصل کر سکے
بارہا کی آرزو پیغمبر اسلام نے — تجھے نہ قسمت میں مگر آنکی شہادت کے مزے

اپنے اندھے جوش میں کمبخت قاتل دیگیا
ایک کافر کو پیمبر سے بھی اعلیٰ مرتبہ

گو ہوئی اس کیلئے باقاعدہ سازش ضرور — پہ نہیں یہ فرد واحد یا جماعت کا قصور
اصل میں اسلام کی تعلیم کا ہے سب فتور — دیتا ہے اس کیلئے جو وعدۂ غلمان و حور

جب تک اس تعلیم کا مٹتا نہیں نام و نشان
غیر ممکن ہے کہ ہو سنسار میں امن و امان

دیکھنا ہے خیر خواہ نوع انسان کون ہے؟ — اہل درد و اہل ترین اہل ایمان کون ہے
آزما نا ہے ہمیں سچا مسلمان کون ہے — صدق دل سے قتل سوامی پہ پشیمان کون ہے

اس عقیدہ کے خلاف اک حشر جو برپا کرے
آئے کچھ تو آریوں کے کام کو ہلکا کرے

ملک میں ماتم بپا ہے سوامی شردھانند کا

وہ مقدس دیوتا وہ تاجدار ملک و قوم — دردمند و مونس و غمگسار ملک و قوم
رہنما و پیشوائے نامدار ملک و قوم — ہوگیا ہے ہے شہید کارزار ملک و قوم

دیکھئے ملک و مال رکھتا تھا فقط اک جان زار
کر گیا اُسکو بھی آخر دھرم پہ اپنے نثار

اب گورو کل کی بدولت تیری شہرت عام تھی — رہنمایان وطن میں تیری عزت کم نہ تھی
دیش سے گو دھارمک لیڈر تھا الفت کم نہ تھی — ملکی حیثیت میں بھی کچھ تیری خدمت کم نہ تھی

مارشل لا میں جو آڑے آیا کون تھا ؟
خون بہنے کو تھا دہلی میں بچایا کون تھا

کام کا میدان تیرے کانگریس ہی تک نہ تھا — بلکہ ہر اک قوم کی تحریک میں حصہ لیا
ہو ثبوت وسعت دل اس سے بڑھکر اور کیا — سر پہ تحریک خلافت کے بھی ہے احسان ترا

تو نے سکھونکو تسلی دی گورو کے باغ میں
جبکہ تھا ستیہ گرہ جاری گورو کے باغ میں

قید ہونیکے ترے جیون میں تھی باقی کمی — سلسلے میں وہ "گورو کا باغ" کے پوری ہوئی
ابتدا ملکانہ شدھی سنگھٹن کی تو نے کی — کی اچھوت اُدھار میں امکان بھر پوری سعی

تھا ہر اک اہل نظر مداح تیرے کام کا
خطبہ ہر خورد و کلاں پڑھتا تھا تیرے نام کا

چاہتی تھی اس سے بڑھکر لیک قدرت اور کچھ — تھا ابھی دنیا میں ہر احق خدمت اور کچھ
عزت افزائی کی ہونی تھی ضرورت اور کچھ — تھی سبیل اسکی نہ بڑھکر از شہادت اور کچھ

مٹا ہوا نہ کبھی ان کو جاننا ہرگز!

شہید شدھی شری سوامی شردھانند جی مہاراج

از شری پت جیمنی سرشار خیرپور سادات ضلع مظفر گڑھ

ملک میں برپا ہے ہر سو شور محشر کس لئے؛ بن گیا ماتم کدہ بھارت کا گھر گھر کس لئے
سر جھکائے ہیں سبھی با دیدۂ تر کس لئے؛ یہ تڑپ سینہ میں اُف اُف قلب مضطر کس لئے

آنکھ سے آنسو رواں ہیں جبر گھلائے ہوئے
زخم کسکی موت کا ہیں اہل دل کھائے ہوئے

ملک میں مشہور ہیں اخبار کسکی موت کے؛ ہر طرف پیغام لائے تار کسکی موت کے؛
نوحہ خواں ہیں یوں در و دیوار کسکی موت کے؛ ہیں ہویدا ہر طرف آثار کسکی موت کے؛

کہہ رہا ہے یہ جمال تازہ روئے شفق!!
پھر کسیکا خون ہوا ہے غازۂ روئے شفق!

پھر ہوا ہے آہ کوئی سازش کین کا شکار پھر مٹا ہے دھرم پہ اپنے کوئی پروانہ وار
پھر کسی نے جان کی ہے اپنی جاتی پر نثار پھر کسی نے اپنے سینہ پر لئے قاتل کے وار

خون ریزی پھر ہوئی ہے اُف دھرم کے نام پر
پھر کسیکا خوں ہوا ہے گردن اسلام پر

وہ مسلمانوں نے کل رہبر بنایا تھا جسے جامع مسجد کے ممبر پر چڑھایا تھا جسے
وہ بزرگ دین سر آنکھوں پر بٹھایا تھا جسے وہ پئے تعظیم سر اپنا جھکایا تھا جسے

کردیا خون آج اُف اُس قوم کے دلبند کا

الم ہیں انکے ہیں محوِ فغاں ہوئے ہندو!
کہ سارے ہند کے گریہ کناں ہوئے ہندو

مگر جو غور سے دیکھیں نیا ہی نقشہ ہے
کہ مُردہ قوم میں بھی ایک جوش تازہ ہے

گذرنا سوامی کا دنیا سے رنگ لایا ہے
کہ ایک طرح کا پیغام جنگ لایا ہے

بُرائیاں جو تھیں ہندوانہیں مٹانے لگے
اچھوت بھائیوں کو بھی گلے لگانے لگے

ہوئے لگانے کو تیار سب کو چھاتی سے
نہیں ہے بیر مسلمان سے اور عیسائی سے

ہوئی ہے موت سوامی کی زندگی ان کی
جو زندگی تھی کبھی اسکو بندگی ان کی

جہاں میں پیدا ہوا جو اُسے گذرنا ہے
ہمیشہ زندہ نہیں رہنا سب نے مرنا ہے

بڑے بڑے ہیں مرے یاد نام بھی تو نہیں
مرے ہوئے ہے زمانیکو کام بھی تو نہیں

ٹھکانا گور میں ہوتا ہے گوروں کالوں کا
نشان تک بھی نہیں رہتا تخت والوں کا

جنہیں تھا فوت بازو یہ ناز دنیا میں
گئے ہیں یاؤں اٹھا کے دراز دنیا میں

تھے ارد گرد جنہوں کے ہزارہا لشکر
اُڑے گھر میں ہیں لگی ایسی موت کی ٹھوکر

شہید قوم کے زندہ رہے ہیں، رہتے ہیں
انہی کے نام کو سب آفرین کہتے ہیں

اُو سے یاد میں ہر ایک سر جھکاتا ہے
خوشی سے شوق سے دن سال میں مناتا ہے

ہزاروں فیض اُٹھاتے ہیں نام سے ان کے
نجات پاتے ہیں گویا کلام سے ان کے

مرا ہوا نہ شہیدوں کو مانتا ہرگز

عین موقع پر بچائی تو نے کشتی قوم کی
ہے کنارے پر لگائی تو نے کشتی قوم کی

وہ بھی کیسی ساعت تھی سینے پر تیرے گولی لگیں   کر گئی پرواز دم کے دم میں جب جان حزیں
اے شہید قوم شردھانند تجھ پر آفریں!   ہو گیا تھا اپنے مرنیکا کئی دن سے یقین

"زندگی ہے" موت کا ڈر شہید قوم کو
سورگ کا ہر دم کھلا ہے در شہید قوم کو

ہندوؤ! اب اشک کیا یونہی بہائے جاؤ گے   شور محشر عمر بھر یونہی بچائے جاؤ گے
کیا یونہی روتے رہو گے اور رلائے جاؤ گے   اپنی حالت پر زمانہ کو ہنسائے جاؤ گے

کام جو کرتے ہوئے دی جان شیر قوم نے
ہم بھی کر لیں جو کری تھی آن شیر قوم نے

آریہ ہو دھرم سے پیچھے نہ ہٹنا چاہیئے   کام پورا سنگٹھن شدھی کا کرنا چاہیئے
زندگی کا اپنی یہ مقصد سمجھنا چاہیئے   جس طرح وہ مر گیا ہم کو بھی مرنا چاہیئے

شیر ہو تم بزدلی کو اب زمرد چھوڑ دو
کام پر ڈٹ جاؤ اب فکر و تردد چھوڑ دو

غلط ہے آج فسانہ ہوئے ہیں شردھانند   کہ گولیوں کا نشانہ ہوئے ہیں شردھانند
وجود مٹ گیا مانا جہان سے اُن کا   جنازہ نکلا ہے ہندوستان سے انکا
گو شکل اُن کی بظاہر نظر نہیں آتی   پھٹی ہے ان کے الم میں ہر ایک کی چھاتی
نڈھال ہند ہوا موت کی خبر سنکر   کسی کو ہوش نہیں سر میں سب کے ہے چکر
جوان و پیر ہے ہر ایک منا رہا ماتم   دکھائی دیتا ہے عالم کا اور ہی عالم

تو کہاں جاتا ہے بتلاوے سپہ سالار قوم
کیا کبھی واپس نہ پھر آئیگا ای سردار قوم

قوم پر کچھ بہ ترس کھائیگا۔ کیا غم خوار قوم
اس قدر کیا سخت دل بن جائیگا دلدار قوم

تو تو رکھا تھا کلیجہ سے لگا کر قوم کو
یہ بتا جا چھوڑ کر جاتا ہے کس پر قوم کو

قوم ہندو کے قلعہ کا پاسباں تو ہی تو تھا
گلشن ہندوستاں کا باغباں تو ہی تو تھا

قوم کے دردِ نہاں کا راز داں تو ہی تو تھا
قوم مردہ کیلئے روح رواں تو ہی تو تھا

اب پکارینگے کسے کہکر بھلا سردار قوم
اب بلائیں گے کسے کہکر بھلا غم خوار قوم

اس گئے گذرے زمانہ میں تو ہی تھا آسرا
سب سمجھتے تھے تجھی کو ایک اپنا سر دھرا

کوئی اب تجھ سا نظر آتا نہیں ہے دوسرا
جو کرے اُجڑے ہوئے گلشن کو پھر اپنے ہرا

یا ہمارا تھا کبھی یا موت تیرے ساتھ ہی
لاج ہندو قوم کی اب ایشور کے ہاتھ ہے

تو نے تو جادو چلایا سنگھٹن کا دیش میں
تو نے وہ ڈنکا بجایا سنگھٹن کا دیش میں

تو نے وہ پودا لگایا سنگھٹن کا دیش میں
تو نے وہ نقشہ جمایا سنگھٹن کا دیش میں

مدتوں سے بھائی جو بچھڑے ہوئے تھے مل گئے
دیکھکر ملتے ہوئے اغیار کے دل ہل گئے

چپکے چپکے پی رہے تھے قوم کا اغیار خوں
دل بھر آیا دیکھکر جب قوم کا حال زبوں

کام چلتا ہی نظر آیا نہ جب چپ چاپ یوں
پھونکنا تجھ کو پڑا اسوقت شدھی کا فسوں

آہ اِس قوم کے غدار نے بیباکی کی ہے
تشنگی خونِ تمنا سے بجھی سفاکی کی ہے

اپنے محسن سے ہی بدکار نے سفلگی کی ہے
جس کے سایہ میں رہا اُس نے ہی چالاکی کی

ناتوان جسم پہ کب ہاتھ اُٹھاتا ہے کوئی
سر پہ خون اپنے شہیدوں کا چڑھاتا ہے کوئی

پھر نئے سر سے ہو سرشار ایاغ شکستہ ہی
پھر سے جل اُٹھے اسی طرح چراغ کشتہ ہی

پھر اسی رنگ کے پھل لائیگا باغ شستہ ہی
پھر ہرے ہونگے ہر اک سینے میں داغ شستہ ہی

خواب یہ ہے کہ ستم کیش خلل ڈالیں گے
اُن کو ہم تند ہی کے ہاتھوں سے مسل ڈالینگے

دیکھنا وار یہ گوہل کے نہ جائیں خالی
پھیلنے پائے نہ خبردار ستم کی ڈالی

یوں بھرے باغ کی صیاد نے کی پامالی
اس پہ ہی ہاتھ چلایا کہ جو تھا رکھوالی

فلک پیر نے بیحد ہیں ہمیں داغ دیئے
سونے کو آگ میں رکھتا ہے پرکھنے کیلئے

رزم سچائی کی ہے سینہ سپر ہونے دو
جنگی تلوار پہ سرکشتہ کا سر ہونے دو

اشک کو قوم کی آنکھوں میں گہر ہونے دو
دردِ غم میں شبِ ہجران کی سحر ہونے دو

کھولدو چشم کا شیرازہ بکھر جانے کو
زندگی کہتے ہیں آزادی پہ مرجانیکو

شہیدِ قوم

(از نتیجہ فکر لالہ رتن لال زؔ مرد خزانچی میونسپل بورڈ سکندر آباد)

قوم مردہ کو جلائیگی شہادت تیری
خواب غفلت سے جگائیگی شہادت تیری

غیر خوش ہو لیں زمانہ سے مٹا کر تجھکو
رنگ جو شرنگ یہ لائے گی شہادت تیری

غیب سے تیرے ارادے کی ندا آئیگی
لیکے پیغام تیرا بادِ صبا آئے گی

ہندوؤ! چونک پڑو نیند سے آنکھیں کھولو
تیرے ہر خاک کے ذرہ سے صدا آئیگی

ای کاش رہنما بنے بھگون تری مثال

آجائے کام قوم کے شرما کا جان و مال

زندگی کہتے ہیں آزادی پہ مرجانے کو

(از جماعت دھیریہ پرکاش کنستہ میرٹھ کالج میرٹھ)

حیف اے ہند جہاں تاب کی پھیکی سی کرن — حیف اے اُجڑے ہوئے باغ کے نسرین و سمن
حیف اے خاک قدیمہ کے محبان وطن — حیف اے راہ رو آتش و محبت و محن
پھر شب تیرہ کا بھارت میں ہوا آئے ظہور — نقش انوار ہر اک دل سے ہوئے پھر کافور
آن کی آن میں یہ چھا گیا ماتم کس کا ہے — دل میں پتھر کی طرح بیٹھ گیا غم کس کا
دوش پہ لیکے چلی ہائے صبا دم کس کا — صبحدم کرتی ہے ماتم بھلا شبنم کس کا
مرد و زن پھول لئے بیٹھے ہیں تُربا کیلئے — زندہ جاوید ہے جو مر گیا دنیا کے لئے

جلوہ نواب بھی نمایاں ہے رُخ تاباں کا — نقش مٹتا ہے کہیں دل سے غم پنہاں کا
درد باقی ہے یہ محتاج نہیں درماں کا — کہے دیتا ہے یہی بشرہ ہر اک انسان کا
گو ہے صیاد نے پھر لوٹا چمن بلبل کا — پھر بھی چہکیگا مگر آن کے تسبرا گل کا
قوم کے واسطے تھے دیوتا انسانوں میں — شمع شدھی کے مگر آپ تھے پروانوں میں
ڈالی بنیاد گورو کل کی بیابانوں میں ہے — پھونک دی روح نئی آپ نے بیجانوں میں
شیر دل سوامی تھے گو آپ کا لاغر تن تھا — ہند کے واسطے ارپن تن و من دھن تھا
لغو ہے یہ کہ عدو آپ تھے اغیاروں کے — پھر کیوں مطلوب بنے آپ طلبگاروں کے
رہ کے بیمار مسیحا بنے بیچاروں کے — تھے طرفدار ارے وقف پہ دینداروں کے
جلسہ عام مسلمانوں نے دلّی میں کیا ہے — جا کے مسجد میں انہیں آپ نے پیغام دیا

ریوالور کی گولیاں کھاکر تھا ملی

خونریزیوں کی گرچہ افق پر بھی گھٹا ہٹی حریف کی نہ محبت سے تو ہٹا
آیا نہ دھمکیوں میں نہ تخویف سے کٹا سر سے کفن کو باندھ کے مقتل میں آ ڈٹا

قاتل جو سامنے ہوا پستول تول کر
بولا تو دیکھ دھرم سینہ کو کھول کر

حق پہ اڑا رہا تو حقیقت کی راہ میں گم ہوگیا تو تیغ بہادر کی راہ میں
دی جان تو نے صدق و صفا کی نباہ میں قاتل بھی بعد قتل تھا تیری پناہ میں

آیا نہ فرق دل میں کہ حس دلکی دھاک تھی
ملوّن کی خاک عیب ملوں سے پاک تھی

سینہ کو گر عدو نے ترے چاک کر دیا تو نے لہو سے اپنے ہمیں پاک کر دیا
غافل کو خست کر دیا چالاک کر دیا لب کو ادائے فرض میں بیباک کر دیا

سوامی! تیرا یہ خون عجب رنگ لائیگا
خونخوار کو بھی خون کے آنسو رلائیگا

شاہی جلوس کا ترے لاشہ پہ رنگ تھا شاہد نہ تھا عدو مگر ششدر تھا دنگ تھا
پامال خلق اُس کا جو ناموس و ننگ تھا ہاتھوں کو مل رہا تھا پشیمان جنگ تھا

کہتا تھا دل میں ہائے الٰہی یہ کیا ہوا
کافر یہ کیا مرکے ہمیشہ کو جی اُٹھا

اب سنگھٹن کی پڑ گئی ہے خون سے داغ بیل ممکن نہیں کہ بند ہو شدھی کی ریل پیل
ہاتھوں میں پریم بھاؤ کے ہے قوم کی نکیل جاری رہیگا تا ابد قربانیوں کا کھیل

قوم ہوتی ہے شہیدوں کے لہو سے شاداب   جان کے دام تو مرنے پہ اٹھا کرتے ہیں
ہم تو میدان میں کٹ کٹ کے مرینگے سالکھا   نزول امید قیامت پہ جیا کرتے ہیں
کھائیں سینہ پہ جو جلاد نے چاروں گولی   مرد یوں جام شہادت کا پیا کرتے ہیں
مرگ سادہ تیری عظمت کو گوارا کب تھی   سورما وار سے دشمن کے مرا کرتے ہیں
زندگی سے تیری ہم کو یہ سبق ملتا ہے   اسطرح مرتے ہیں اسطور جیا کرتے ہیں
اس ہلاکت کے پس پشت ہی سازش کوئی   جتنے مردود ہیں پردہ سے لڑا کرتے ہیں
یہ ستمگار یہ سمجھیں کہ ہمیں جیت لیا   یوں کہیں قوم کے جذبات دبا کرتے ہیں
ایک مرتا ہے تو ہو جاتے ہیں لاکھوں پیدا   سورما خاک شہیداں سے اٹھا کرتے ہیں
پیش خیمہ ہے حسدان کے فنا ہونیکا   ظلم و ظالم کے نشاں جلد مٹا کرتے ہیں
کام شدھی کا کبھی بند نہ ہونے پائے   بھاگ سے وقت یہ قوموں کو ملا کرتے ہیں

ہندوؤ! تم میں ہے گر جذبۂ ایماں باقی
ورنہ جائے کوئی دنیا میں مسلماں باقی

شہید اکبر شری سوامی شردھانند جی کے چرنوں میں بھگتی بھینٹ

از قلم رائے صاحب پنڈت جے رام شرما جگرانوی میرٹھ

ٹھنڈا ہوا نہ جوش نہ خندہ نہاں رہا   پیری میں تیرا شوق شہادت جواں رہا
وقف حیات قوم تن نیم جاں رہا   شدھی کا ولولہ رگ و پے میں رواں رہا
کیا درد تھا مطب میں نہ جس کی دوا ملی

تیری محفل میں ہیں آنیکو بیٹھے سینکڑوں مہلیں کہڑا تو بہر استقبال ہو پیر مغاں پہلے
اگر ہر قطرۂ ناچیز کو گوہر بننا ہے مٹا دے شورش امواج بحر بیکراں پہلے
تیرے پہلو میں خورشید سحر بھی آہی جائیگا تو خون صد ہزار انجم تو پی لے آسماں پہلے
گل صد چاک داماں شکوہ گلچیں نہیں زیبا تو خود ہی زندگی سے ہو چکا ہے بدگماں پہلے
غضب ہے بدنصیبی آج وہ خود پا بجولاں ہیں نشیمن برق کے تھے جنکی تیغوں میں نہاں پہلے
نہاں ہے زندگی اقوام کی مرگ شہیداں میں بہار آتی ہے اس گلزار میں پیچھے خزاں پہلے

اگر اے شیام ہم پر کوہ غم ٹوٹے تو کیا ڈر ہے
ہمارے جلتے ہیں سو طرح لعل گراں پہلے

نظر کے آنسو

(پنڈت یوگ راج شرما صاحب نظر سوہانوی)

آہ اے منزل توحید کے رہبر سوامی آہ اے وید مقدس کے پیمبر سوامی
آہ اے ظلمت شب میں مہ انور سوامی آہ اے رحمت اللہ کے پیکر سوامی

تو بھی گویا کہ ما تھا نہ ہوا افسوس افسوس
ذکر تیرا بھی فسانہ ہوا افسوس افسوس

نوحہ

بیادگار سورگیہ پوجیہ شری سوامی شردھانند جی

آج ہم صبر کی تلقین دعا کرتے ہیں آخری رسم محبت کی ادا کرتے ہیں

شہیدِ قوم سوامی شردہانند

(از مہاشہ چندی پرشاد شیدا دہلوی)

مرد میدان حقیقت ہادیٔ علم یقیں — سوامی شردہانند تم کو مرحبا صد آفریں
کھول کر تم نے گورو کل ہندوؤں کیلئے — دو دیا ساگر جوانوں کو بنایا بالیقیں
وہ دکھایا آپ نے سر چشمۂ آب حیات — جس کے دنیا والے سارے آج تک ہیں خوشہ چیں
دھرم سنیاسی کا ہی حق پر ہو قائم مدام — راستگوئی سے نہ باز آئے تہ شمشیر کیں
اہل دنیا کو کرے آزاد قید جہل سے — ملک پر قربان دل صدقے رہے جان حزیں
دھرم سے ظلم و ستم کے روک دے ناکے تمام — جور کی صورت دوبارہ تا نہ ہو پیدا کہیں
خود غرض نا اہل سب بدنیتی کو چھوڑ دیں — تا نہ بعد مرگ پیش حق ہو دل میں ہی شرمگیں
نیند سے غفلت کی جو نکالا ہی ملک و قوم کو — وہ کئے کارنمایاں آپ نے صد آفریں

گرد شیں اس کی مٹا ئینگی اسے بھی ایکدن
تا بہ کئے جاری رہیگا ہم یہ جور چرخ کیں

نہاں ہے زندگی اقوام کی مرگ شہیداں میں

(از چودہری شیام سنگھ صاحب شیام بجنور)

ہمیں پر الٹی اب گرتی ہے آبرو تپاں پہلے — مگر صیاد تک تھیں ختم تیری شوخیاں پہلے
علاج خدا خم گل کی فکر تو ہے پھر بھی ہو سکتی — رفو کر اپنا چاک پیرہن اے باغباں پہلے
یہ رمز زندگی ہے بلبلو مت بھولنا اسکو — چمن کی فکر پیچھے ہو خیال آشیاں پہلے

تا ابد تیرا رہے گا نام نامی برقرار

(بابو کرشن بہادر صاحب وکیل لشکر)

ٹیس اٹھتی ہے ہمارے دل میں ہم ہیں بیقرار — اور آنکھیں ہو رہی ہیں رنج و غم سے اشکبار

اُٹھ گیا ہندوستاں سے ایک لعل بے بہا — اُٹھ گیا ہندوستاں سے ایک دُرِ شاہوار

اُٹھ گیا ہندوستاں سے ایک بہادر شیر مرد — اُٹھ گیا ہندوستان سے ایک لیڈر غمگسار

اُٹھ گیا ہندوستاں کا ایک اعلیٰ خیر خواہ — اُٹھ گیا ہندوستاں سے ایک سچا جاں نثار

اے شردھانند سوامی اے بزرگ نامدار — اے فنافی الملک فخر ہند قومی جاں نثار

جس طرح سے تھا ترا اعلیٰ دماغ اعلیٰ خیال — ویسے ہی تھا حوصلہ عالی ترا عالی وقار

دیدیا تعلیم کو تھا جسطرح تو نے فروغ — جا بجا کھلوائیں تو نے درسگاہیں شاندار

قالب مردہ میں تو نے روح تازہ پھونکدی — تیرے دم سے گلشن تعلیم میں آئی بہار

بہتریٔ ملک تھی ہر دم ترے مد نظر — اسلئے جاری کئے تو نے رسالے چند بار

کرکے اردو ترجمے احسان پبلک پر کیا — ایک ہو احساں اگر ہیں احسان تیرے بیشمار

سنگھٹن کا اور شدھی کا تو حامی کیوں نہ ہو — تیرا باطن پاک تھا اور راستی تیرا شعار

دھرم کا تو سچا تھا اور سچا تھا اپنے قول کا — نیک طینت نیک سیرت خوش عقیدت بردبار

تیرے ایمان پر کبھی پڑتے نہیں دیکھی شکن — خوف خطرہ سے کبھی لایا نہیں دل پر غبار

تو نے جو کچھ بھی کیا ایشر بھروسہ پر کیا — تیری عالی ہمتی پر آفریں ہے صد ہزار

تیرے اوصاف حمیدہ ساری دنیا پر عیاں — تیرے نیک اعمال سورج کیطرح ہیں آشکار

کون کہتا ہے کہ تو مر گیا زندہ ہے تو
تا ابد تیرا رہیگا نام باقی برقرار

کہاں ہے تجھسا کوئی اب لاور رہبر — رہا جو سینہ سپر قوم کی حمایت پر
تو ہی تھا قوم میں اپنی وہ ایک شیر ببر — حریف کانپتے تھے تیرے نام سے تھر تھر

جہان کو زور شجاعت دکھا گیا اپنا
ہر ایک دل پہ تو سکہ جما گیا اپنا

رہا خیال اسی بات کا تجھے ہر دم — بچھڑ گئے ہیں جو بھائی انہیں ملا دیں ہم
رہینگے ساتھ ہمارے اگر وہ ملکے بہم — اکھڑ سکیں گے نہ ہرگز رہ طلب سے قدم

جو سنگھٹن ہی ہمارا وہ رنگ لائیگا
جہاں کو آئینہ شدھی کا یہ دکھائیگا

یہ خون تیرا کرشمے دکھلائیگا کیا کیا — یہ خون تیرا نئے گل کھلائیگا کیا کیا
یہ خون تیرا یہاں حشر ڈھائیگا کیا کیا — یہ خون تیرا جہاں کو رلائیگا کیا کیا

یہ خون تیرا جوانوں میں جان ڈالیگا
یہ تیرا خون بھی بدلہ ترا نکالیگا

تیرے مشن کو سوامی نہ ہم بھلائینگے — سہیں گے شوق سے رنج و الم جو آئینگے
عدو کے وار سے ہرگز نہ خوف کھائینگے — مٹینگے دھرم پہ ہنس ہنس کے سر کٹائینگے

کیا جو تو نے وہی ہم کو کام کرنا ہے
شہید ہو کے مسافر کو نام کرنا ہے

اب ہندوؤں کی حالت پھر ہو چکی ہے ابتر　　برق الم گری ہے چرخ کہن سے دلپر
پھر حشر کا نگاہوں میں پھر گیا ہے منظر　　اک آگ لگ رہی ہے رنج و الم کی گھر گھر

ہندوستان میں سارے رہا ہے آہ و زاری
ہر دل پہ چل رہی ہے فریاد کی کٹاری

پھر مفلسوں کو اپنے اگر کرا دے درشن　　اُمید کے گلوں سے بھر دے ہمارا دامن
اُجڑا ہوا چمن ہی تجھ سے بنے کا گلشن　　گر پھر نثار دے تو اک بار اپنا دامن

خون جگر خوشی سے جاتی پہ وار دے تو
بگڑی بنا دے اسکی حالت سنوار دے تو

شردھا کے پھول

(از نتیجہ فکر کنور سکھ لال جی آریہ مسافر)

تیری جدائی سے ماتم کدہ جہاں ہوا　　تباہ قوم کا سرسبز گلستان ہوا
روانہ سوئے عدم تو بعز و شان ہوا　　زمین سے اس طرح اٹھا کہ آسمان ہوا

شہید ہو کے ملا تجھکو مرتبہ عالی ہے
شفق کے بھیس میں چمکیگی خونکی لالی

بہادری میں تیرا کب کوئی مقابل تھا　　تو جاں نثار وطن تھا وطن پہ مائل تھا
ہراس و خوف نہ تھا جسمیں وہ ترا دل تھا　　زمانہ پھر تیری جانبازیوں کا قائل تھا

جو دی بھی جان تو سینہ پہ گولیاں کھا کر
گیا جہاں سے شہادت کا مرتبہ پا کر

جو عقل و ہوش سے انسان کام لے سمجھے کسی پہ ورنہ نہیں ہوتے ہیں نعمت کے
فنا کے خون میں ابھی شہید پاک نفس اجارہ دار ہیں ابھی دوام جنت کے

شردھانند ہیں اب سرگیاش پرمانند
ہزار کینہ ہیں صدقے تیری مشیت کے

(سنہ ۱۹۲۶ عیسوی)

بھارت ویر سوامی شردھانند

(از مہاشہ انوپ چند آفتاب پانی پتی)

بھارت نواسیوں کی عظمت بڑھانیوالے مردہ دلوں میں قومی آتش جلانیوالے
مٹنے سے ہندوؤں کی ہستی بچانیوالے ویدک دھرم کی خاطر خود کو مٹانیوالے

گونجا کریگا ساری دنیا میں نام تیرا
ڈنکا بجا کریگا ہر صبح و شام تیرا

جسوقت ہندوؤں کا مٹنے کو تھا نشاں بھی اسوقت مردمیداں تو نے بہادری کی
ہاتھوں سے تیرے جسدم شدھی کی تیغ چمکی اغیار کی صفوں میں اک کھلبلی پڑی تھی

چرچا ہے ہر زبان پہ تیری دلاوری کا
بھارت میں رہ گیا ہے احسان شدھی کا

سنگٹھن کو تو نے دیکے ہے فہم و ہنر سارا سو آفتیں اٹھائیں آرام تک بسارا
تقدیر کا وطن کی چمکا دیا ستارا آواز گونجتی ہے میدان تو نے مارا

ہر قسم کی مصیبت کو جان پر اٹھائی
اعداء کی سختیوں سے پر قوم تو بچالی

عنفوانِ عمر میں سیوک گوروکل کے رہے ؛ پا لئے ہیں دھرم کے قائم رہے تم کامراں
سنگٹھن شدھی کی ہی بنیاد ڈالی آپ نے ؛ سر کفِ لب دھرم کی خاطر گنوا لی اپنی جان
مردِ میدان آپ ہی تھے ظلم بالا بار کے ؛ آپ کے نقشِ قدم چلتا رہا سب کاروان
دستگیری آپ نے کی جا کے خود کوہات میں ؛ کارنامے آپ کے ہیں اہلِ دنیا پر عیاں
سنگھٹن شدھی کو روز افزوں ترقی ہو نصیب ؛ صفحۂ بھارت پہ ہیں گنگ و جمن جب تک رواں

دشمنِ جاں تیرا پہنچے کیفرِ کردار کو
حامیانِ قتل کا مٹ جائے دنیا سے نشاں

کسکے فرق پہ سہرے بندھے ہیں عزت کے

(از پنڈت امرناتھ صاحب ساحر دہلوی)

عجب کرشمے ہیں نیرنگیٔ قدرت کے ؛ حقیقتاً سبق آموز ہیں جو عبرت کے
کسی کی آنکھ پہ پردے پڑے ہیں غفلت کے ؛ کسی کی آنکھ میں جلوے ہیں نورِ وحدت کے
کوئی ہے جامِ ضلالت سے مست و بے خود ؛ کسی کے قلب پہ روشن ہیں راز حکمت کے
کسی نے خلق کی رکھی روا دل آزاری ؛ کسی نے رشتے ہیں کھینچا اسے محبت کے
کسی کا زشتیٔ اعمال سے ہے منہ کالا ؛ ہے سرخرو کوئی تصدیق میں شہادت کے
سجے کسی کے ہیں لعنت کے طوق گردن میں ؛ کسی کے فرق پہ سہرے بندھے ہیں عزت کے
غرض کہ دیکھ کے یہ حال عقل حیراں ہے ؛ عجب طرح کے ہیں نیرنگ حسنِ فطرت کے
یہ بات سچ ہے مرکب خطا سے ہے انساں ؛ جو سچ نہ ہو تو ہیں بندے بشر طبیعت کے
عداوتوں سے محبت کا خون ہوتا ہے ؛ محبتوں سے ہوئے منقلب عداوت کے
یہی اصول ہیں جو مدِ نظر ہیں اے دل ؛ طریقیں بھی مطابق رہیں حقیقت کے

عہد میں ترک تعاون کے تو ہی تھا سورما — ہر زبان تیغ تیرا ہی سنتے تھے بیاں
تجھ سے ہی محفوظ از بسکہ تھا قومی اتحاد — اب یہی ڈر ہے نہ پھیلے چار سو بغض و عناد

منبر اسلام سے تجھکو ہوئی دعوت نصیب — کہ نفاق ہندو و مسلم کا تھا تو ہی طبیب

اب جو اک سفاک مسلم نے یہ حملہ کر دیا — دامن اسلام پر ناپاک دھبہ رکھ دیا
ہے وہی جو پاکدل ناپاک بن سکتا نہیں — گر وہ ڈالے سے قر ناپاک ہو سکتا نہیں
تو کہا کرتا تھا لیکر پھر جنم میں ہند میں — از سر نو روح اک پھونکو نگا مردہ ہند میں

آکے تیری کر رہے ہیں پھر سے ہم ملنے کی آس — ہند میں چھایا ہوا ہے چار سو ہم و ہراس
تو چمک کر ظلمت شب میں ہمیں رستہ دکھا — پھر رہے ہیں ہم بھٹکتے راستہ گم ہو گیا

ہند کی حالت بہت ابتر ہوئی نادم ہے آج
جن کے سوامی بنکے رہبر دلادو تم سوراج

سوامی شردھانند جی مہاراج

(از بابو ہربنس لال تپید متوطن جبرہیڑہ ضلع سہارنپور)

اے سیاست کے دل و جان دھرم کی روح رواں — آفریں باد اے شہید کربلائے ہندواں
سوئے جنت چل بسا ہستی ملاکر خاک میں — ہو گئے چشم زدن میں آنکھ سے اوجھل کہاں
آپ کے کار نمایاں یاد آتے ہیں ہمیں — آپ کی سنجیدہ شخصیت کو ہم پائیں کہاں
جب در فردوس پر پہنچا سواری کا یواں — دوڑ آئے شوق استقبال میں کروبیاں
نور کل میں جا کے نور جزو بھی شامل ہو گیا — آتما پرماتما کا ہے یہ ادنیٰ سا نشاں
تیرے اوصاف حمیدہ کا نہ ہو شمہ بیاں — ہر بن مو سے اگر تیسلکے ہو پیدا زباں

تیری اس بلیدان نے مردونکی آنکھیں کھولدیں   لا مگار رنگ خون ناحق تیرا اکدن بالیقین
تونے مردونکی طرح جو کچھ کہا پورا کیا   قوم کی خاطر مرا اور قوم کی خاطر جیا

یوں تو مرنے کیلئے آئے ہیں سب سنسار میں   دہن ہیں وہ مگر جو مرتے ہیں پراوپکار میں
ہو رہی ہیں سازشوں پر سازشیں اظہار میں   غرق کرنا چاہتے تھے وہ ہمیں منجدھار میں
ایسی مشکل میں ہمارا ناخدا تو بن گیا   مرتے مرتے بھی مریضوں کی دوا تو بن گیا
کام شدھی کا کیا تو نے جو بےخوف و خطر   چھٹ گئے چھکے حریفوں کے پھٹے قلب و جگر

برق بنکر جب گرا تو خرمن اسلام پر   گرج سنکر مومنوں کے دل ہوئے سب منتشر
ظالموں سے جب نہ یوں شمشیر شدھی رک سکی   چال تب سوجھی فقط اک بزدلانہ قتل کی

قتل قاتل نے کیا تجھکو بہت اچھا کیا   مرتبہ تیرا دو عالم میں دو بالا کر دیا

خون انسانیت کا بو الہوس نے کیا کیا   مذہب اسلام کا دنیا میں منہ کالا کیا
مارنے آیا تھا تجھکو مر گیا عبد الرشید   دین اور دنیا میں جس کی ہوگئی مٹی پلید

بس مسافر غم نہ کھا ہونا تھا جو کچھ ہوگیا   درد ہے دل میں تو مت ماتم بپا کچھ کر دکھا
مثل زخمی شیر کے اٹھو اور قدم آگے بڑھا   سربکف ہو کر جہاں میں ویدک کا ڈنکا بجا

پوجیہ سوامی شردھانند جی کے بلیدان پر شردھا کے پھول

از گیان چند گپتا نادم بی۔ اے سٹوڈنٹ

اے شہید قوم وائے تو رہنمائے ملک ہند   مرگ پر تیری نہ کیوں آنسو بہائے ملک ہند
جنگ شدھی میں شروع سے تھا سپہ سالار تو   چھوڑکر بےوقت ہمکو چلدیا اس بار تو
ہیرزن دیکھ پجاری تھا تیرے شبھ نام کا   تو نمونہ درحقیقت بن گیا نشکام کا

ہائے شردھانند گولی کا نشانہ ہو گیا — دھرم سے ملک بقا کو وہ روانہ ہو گیا
کچھ دنوں سے ہو رہے تھے وہ علالت سے نڈھال — غیر تھا کچھ درد سے تکلیف سے گو انکا حال
کارگر ہونے لگی تھی خیر سے کچھ کچھ دوا — شکل دکھلانے لگی تھی آپ کو آکر شفا
ہو چلی تھی انکے صحتیاب ہونے کی امید — ظلم ڈھانے آ گیا ایک پر جفا عبدالرشید
ہاتھ میں لیکر طمنچہ دو چلا دی گولیاں — شانتی کیساتھ سوامی جی نے کھائی گولیاں
موت سے ڈر کر کیا ہرگز نہ کچھ ڈر آپ نے — ایشور کو یاد کر کے دیدیا دم آپ نے

مرحبا مردوں کو ایسی موت مرنا چاہیئے — جان کو یوں دھرم پر قربان کرنا چاہیئے
قوم کا انسب نہیں اسوقت رنج او غم — منزل مقصود کی جانب اٹھائیں قدم
سامنے رکھکر سدا اس ویر سوامی کی مثال — دھرم اور جاتی کی سیوا کا کریں سارے خیال
ہو کے بیخوف و خطر میدان میں آئیں سبھی — ہمت و جرأت سے کر کے کام دکھلائیں سبھی
کام شدھی سنگھٹن کا ویدک پرچار کا — جسکی خاطر سید سوامی ہو گیا اغیار کا
دیکھنا وہ کام رک جائے نہ انکا دوستو — جھک نہ جائے آریہ جاتی کا جھنڈا دوستو
ہندوؤں کے محسنوں و خادموں کو مار کر — بڑھ نہ جائیں دیکھنا یوں حوصلے اغیار کے
شیر زخمی ہو کے بنجاتا ہے جوں خونخوار اور — سنگھٹن شدھی کا سمجھے زور سے پرچار اور
کرم کشیتر میں بڑھیں پیرو جواں مردانہ وار — ویدحالی دھرم کی خاطر خوشی سے ہوں نثار
خنجر و تلوار کا تیغ و تبر کا ڈر نہ ہو — بمب کی بندوق کا اور توپ کا ڈر نہ ہو

مرتے مرتے بھی مریضوں کی دوا تو بن گیا

کنور سکھ لال جی آریہ مسافر

اے شہید قوم تجھکو آفریں صد آفریں — ہے شہادت پر تیری نازاں وطن کی سرزمیں

شہید دھرم کی عظمت

تو پیدا ہوا تھا زمانے کی خاطر — تو مارا گیا آزمانے کی خاطر

کروڑوں جو تجھے نام کے ہیں مسلماں — کلیجے سے اُن کو لگانے کی خاطر

تیری جیسی ہو موت تو رنج کیسا — سبب آتے ہیں دنیا میں جانے کی خاطر

ہوئی جب نہ پاپی کی پانی سے سیری — مرا اسکو خون پلانے کی خاطر

ہوں دو لاکھ اس سے تو بھولوں کی پرشتا — ہوئی موت یہ گل کھلانے کی خاطر

مسلمان نے کہتے تجھے اپنا دشمن — بہانا تھا یہ خوں بہانے کی خاطر

یہ ہری نے سوامی کا بدھ کیوں کیا ہے — ہمیں نیند سے بس جگانے کی خاطر

بھلا ہم تیرا کیوں نہ احسان مانیں — مرا ہے تو ہم کو جلانے کی خاطر

جلایا گیا خاک میں کس لئے تو — نظر میں ہماری سمانے کی خاطر

ہمیشہ رہی تم کو ملحوظ سوامی — ہر ہندوستاں کے گھر لانے کی خاطر

مرے بھی تو بندوق سے تم مرے ہو — بھلا کیوں بہادر کہانے کی خاطر

مصیبت اٹھاتے رہے عمر بھر تم — ہمیں سیدھے رستے پہ لانے کی خاطر

ہمیں موت تیری یہ عبرت ہے ناتھ — نہیں دل لگی دل لگانے کی خاطر

دیگر

قتل سے گورو تیغ کے بے حال ہے دلّی ابھی — بیر بیراگی کے خوں سے لال ہے دلّی ابھی

قتل دسویں کا قصہ ہے ابھی بھولا نہیں — اُنکے بچوں کی شہیدی ہے ابھی تک دلنشین

ہے شہیدی یاد ہم سب کو حقیقت رائے کی — دھرم پر خوش ہو کے جس نے جان اپنی وار دی

دل تڑپ اٹھتا ہے کر کے یاد قتل لیکھرام — چھا گئی تھی جسکے مرنے پر یہی ماتم کی شام

آج پھر دلّی سے آئی ہے قیامت کی خبر — جسکو سنتے ہی گئے تھم سبکے دل جگر

خود غرض نا اہل سب بد نیتی کو چھوڑ دیں ۔ تا نہ بعد مرگ پیش حق ہو دل میں شرمگیں
نیند سے غفلت کی چونکایا ہے ملک و قوم کو ۔ وہ کئے کار نمایاں آپ نے صد آفریں
گرو نہیں اس کی سنائیں گی اسے بھی ایک دن ۔ تا بکے جاری رہیگا ہم پہ جور چرخ کیں

جذبۂ دہرم

آریوں نے خوان توڑے دعوت اسلام کے
پرچ پیالے رہ گئے ہیں اب تو خالی نام کے
وید کے پرکاش نے کھولا ہیں آنکھیں ہند کی
کاغذی گھوڑے نہیں چلتے ہیں اب الہام کے
حضرت ابلیس دہوکا جب خدا کو دے گئے
شوک ۔ صاحب سچ تو کہیئے وہ خدا کس کام کے
کب بھلا وانا کہیں ہیں آسمانی وہ کتاب
جس میں ہوں مذکور ۔ قصے یوسف اور بہرام کے
قتل کی دہمکی سے روکے روک نہیں سکتا یہ کام
سر بکف ہم بھی ہیں حضرت منتظر انعام کے
حق پسند کو آپنے مرتد کہا یہ خوب ہے
پوچھئے سچ تو ہیں مرتد مولوی اسلام کے
کھل رہے بلبل چمن میں آج کل شردھا کے پھول
ہر طرف آنند ہوگا دن گئے آلام کے

سر سبز یونہی نام کرم دیو کا ہوگا
جس طرح کہ سرسبز ہے ہر برگ شجر آج

کل شہرت و عزت کی بلندی پہ چڑھیگا
جو دھرم کہ دیوی پہ چڑھا دیتا ہے آج

روتے ہیں ملک اور بشر ارض و سما پر
ہے شور قیامت کا اِدھر اور اُدھر آج

اے چرخ سر شام یہ اندھیر یہ اندھیرا
اوجھل ہوا جاتا ہے نکلا ہوا سا قمر آج

ہے کونسے رہبر کے یہ توبل کا نتیجہ
بنیاد جہالت ہی اگر زیر و زبر آج

تو کیوں نہ مرا قاتل سفاک ستمگر
گولی کا ہوا کیوں نہ ترے دل میں گذر آج

تو روح سوامی کو مٹائے گا بھلا کب
خود تجھکو مٹا دینگے ترے تیر و تبر آج

اے چرخ دکھا دے ہمیں محشر کا نظارہ
پہنچا ہی کرم دیو کی رحلت سے ضرر آج

مٹ جائینگے دنیا سے صداقت کیلئے ہم
رشیوں کے لہو کا ہی اگر خوں میں اثر آج

شہید قوم سوامی شردہانند

مہاشہ چندی پرشاد شیدا دہلوی

مرد میدان حقیقت ہادیٔ علم یقیں
سوامی شردہانند تم مرحبا صد آفریں

کھول کر تم نے گورو کل ہند والوں کے لئے
دویا ساگر جوانوں کو بنایا با یقین

وہ دکھایا آپ نے سرچشمۂ آب حیات
جسکے دنیا والے سارے آجتک ہیں خوشہ چیں

دھرم سنیاسی کا ہی حق پر سے قائم مدام
راستگوئی سے نہ باز آئے تہ شمشیر کیں

اہل دنیا کو کرے آزاد قید جہل سے
ملک پر قربان دل صدقہ رہی جان حزیں

دھرم سے ظلم و ستم کے رو کدے نا کے تمام
جد کی صورت دوبارہ نا ہو پیدا کہیں

نہاں ہیں وہ رموز معرفت اس پاک جذبہ میں ۔۔۔ جو بالا تر ہیں حکمت ہائے سقراط و فلاطوں سے
رکھی ہے صرف گنگا جل میں یہ تاثیر قدرت نے ۔۔۔ کہ چھٹ سکتے نہیں ہیں داغ عصیاں آبِ جیحوں سے
کہ ریتے ہیں جو جانباز جذبات خلائق پر ۔۔۔ وہ دب سکتے ہیں کب غارتگری سی قتل و شبخوں سے
بہا کر خون کوئی اُن کی ہستی کیا مٹائیگا ۔۔۔ مٹے جو انقلاب دہر سے نے جور گردوں سے
پنپتا کس طرح وہ لے بستر کا کب حکمت سی خالی تھا ۔۔۔ کہ سنیاسی کو بھید پریم تھا رنگ شفق گوں سے
نہائے خون میں تو سرخروئی کا ملا خلعت ۔۔۔ کہ روحانی مسرت تھی نمایاں شوخ گلگوں سے
برستا تھا فلک سے نور سوامی جی کی ارتھی پر ۔۔۔ فرشتے گلفشانی کر رہے تھے بام گردوں سے
ستمگر نے صلہ اچھا دیا مہماں نوازی کا ۔۔۔ پیا پانی کھلائی پیاس پھر بیمار کے خوں سے
ترے کیا ہاتھ آیا بات بھر کر خون ناحق میں ۔۔۔ ذرا پوچھے کوئی یہ قاتل سفاک و مجنوں سے
مٹا سکتے ہیں کیا شدھی کو چھینٹے آب خنجر کے ۔۔۔ کہ کندہ ہو گئی ہے یہ عبارت سرخیِ خوں سے
عبث آمادۂ شورش حریفانِ جفا جو ہیں ۔۔۔ نہ دامن صدق کا چھوٹیگا سچائی کے مفتوں سے
کرونگا کام اپنا پھر جنم اس دیش میں لیکر ۔۔۔ صدا نکلی شہید دھرم کے یہ قلب محزوں سے
شجر شدھی کا پھولیگا پھلیگا باغ دنیا میں ۔۔۔ اسے سینچا ہے سنیاسی نے اپنے جسم کے خوں سے

گئے ہیں سوامی جی شدھی کی منظر باغ جنت میں
یہ کار خیر تھا بعد فنا بھی اُن کی قسمت میں

(مجروح)

کرم ویر سوامی شردھانند کے پرلوک گمن پر

شردھا کے پھول

لالہ انوپ چند آفتاب پانی پت

دنیا پہ نظر ڈالئے آکے اے اہل نظر آج ۔۔۔ ہے کوئی کرم ویر کے بلہ کا بشر آج

اب مناسب ہے اُٹھے ہر سو صدائے سنگھٹن — کوئی بھی محسن نہیں اپنا سوائے سنگھٹن
رات دن رو رو کے کہتے ہیں کہ ہائے سنگھٹن — کیوں سنائی ہی نہیں دیتی نوائے سنگھٹن
چل بسا دنیا سے اپنا ناخدائے سنگھٹن

دی پناہ تھی ہم نے جنکو جان بچانے کے لئے — اپنے گلشن میں جگہ دی آشیانے کیلئے
جو بھٹکتے پھر رہے تھے دانہ دانہ کے لئے — ہوگئے درپے وہی ہم کو مٹانے کیلئے
اب گزارہ ہو نہیں سکتا سوائے سنگھٹن

جان پر اپنی ہزاروں سختیاں ہم نے سہیں — سر کٹے غم ظالموں کی دھمکیاں ہمنے سہیں
ٹھنڈے دل سے دشمنوں کی گالیاں اپنی سہیں — تان کر سینہ کو اسکی گولیاں ہم نے سہیں
اب تلک لیکن ہوا اپنا نہ ہائے سنگھٹن

وقت ہے اے ہندو اب ہوش میں آؤ ذرا — اپنے گھر کو ہے لٹایا ہم نے ہو ہو کے جدا
اپنے بھائیوں پر ہی ہم نے ہاتھ سیدھا کر لیا — ہوگیا کوئی مسلماں کوئی عیسائی بنا
پھر چلاؤ ہند میں ملکر ہوائے سنگھٹن

اپنی بگڑی ہوئی حالت کو بنانا ہے اگر — ڈوبتی ہے کشتی بھارت بچانا ہے اگر
اے رشی سنتان کچھ کر کے دکھانا ہے اگر — اپنی اس کھوئی ہوئی شان کو جو پانا ہے اگر
اے تصور کھول کر پیلو دوائے سنگھٹن

بھارت کے سنیاسی کا بلیدان

زبان حال سے کہتے ہیں قطرے خون سوامی کے — شہیدوں کو ملا کرتا ہے خلعت چادر خوں سے
گناہوں سے یہ تحریک مقدس پاک کر دیگی — بھڑکتے ہیں عبث کوتاہ بیں شدھی کے مضموں سے

کیا لائے رنگ دیکھئے حبِّ وطن کا رنگ ۔ ہے جامۂ کہن پہ نرالی پھبن کا رنگ

مل جائینگے یہ دل جو محبت کے رنگ سے

ہولی مچیگی ملک میں الفت کے رنگ سے

احساس ہوگا اعلیٰ کو اسفل کے درد کا ۔ حق ہوگا نعرہ قوم پہ ہر فرد و فرد کا

ہوگا جب ایک مدعا ہر گرم و سرد کا ۔ ہوگا گزر نہ دل میں غباروں کی گرد کا

سمجھیں گے ہم ہیں ایک ہی کشتی کے سب سوار

ہو جائیں ایک دل تو ہوں ساحل سے ہمکنار

گر سنگھٹن ہو قوم کی آواز ایک ہو ۔ اک سوز میں شریک ہو سب ساز ایک ہو

طرزِ عمل جدا نہ ہو انداز ایک ہو ۔ گر بال و پر بھی نکلیں تو پرواز ایک ہو

سب کے سروں میں مقصدِ واحد کی ہو ہوا

ہوں دل بھی ایک گو ہوں بظاہر جدا جدا

تیغِ ستم کو روکتی ہے سنگھٹن کی ڈھال ۔ سر تنے کا قحط ہے جہاں ہے سنگھٹن کا کال

ہے ایسا اسکے چہرۂ بارعب پر جلال ۔ جرأت کسی کو آنکھ ملانیکی ہے محال

جس دل میں دل ہو اٹھا ہو ارمانِ سنگھٹن

اس سمت جان کی جان کی ہے جانِ سنگھٹن

جب ایک ثلث قوم کا اسٹیج اچھوت ہو ۔ سر پر سوار باہمی نفرت کا بھوت ہو

تبلیغ کی زبان پہ قفلِ سکوت ہو ۔ مذہب کا تار خام ہو بیدبا کا سوت ہو

اب گزارہ ہو نہیں سکتا سوائے سنگھٹن

(پنڈت گوراند تا ل صاحب تصور لودیانوی)

اے شہید قوم تیرا نام مٹنے کا نہیں ہے
تو جدا ہم سے ہوا لیکن ابھی تک ہم میں ہے

جو جو احسان قوم پر اور ملک پر تو نے کئے
ہم نہ بھولینگے وہ جب تک دم ہمارے دم میں ہے

تیری قربانی نے اسمیں پھونکدی ہے پھر سے روح
مردہ تن جاتی کا شہرہ آج پھر عالم میں ہے

ہم جدائی میں تیری گر مان بھی ہیں شادان بھی ہیں
کچھ نرالا ہی مزا ہم کو ترے ماتم میں ہے

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹجاتا ہے رنج
مشکلیں مجھپر پڑیں اتنی کہ آسان ہوگئیں

سوامی شردہانند سا پیشوا جاتا رہا۔

بابو ہربنسی لال شیدا متوطن جبرہڑہ ضلع سہارنپور

سوامی شردہانند جی سا پیشوا جاتا رہا
دہرم کے عرش بریں کا کنگرا جاتا رہا

مسئلہ شدہی ابھی ہونے نہ پایا تھا تمام
درد باقی رہ گیا درد آشنا جاتا رہا

واں ضرورت حق کو لاحق ان سے ملنے کی ہوئی
یاں تو ہندو دہرم کا اک آسرا جاتا رہا

دشمن جاں کے وہ گولی کا نشانہ بن گئے
ہندؤں کا اک شہید کربلا جاتا رہا

آپ کی سنجیدہ صورت آنکھ سے اوجھل ہوئی
ہائے اپنا مصحف حسن و صفا جاتا رہا

کسکا شیون ہے کہ لب پر ثبت ہے مہر سکوت
شور محشر آج کیوں بانگ درا جاتا رہا

یوں تو سر آرا ہمیں شردہانند ہے
شوک ہے اک مرد میدان قوم کا جاتا رہا

گرہال وہ پھر بھی نکلیں تو پرواز ایک ہو

از پنڈت جے رام جی شرما جگرا نوی

آئینگا ہے قوم پہ اب گلشن کا رنگ
ایک ایک برگ گل پہ ہے سارے چمن کا رنگ

دیکھ پروانے کو اے قاتل بہ ہوش ذرا　　موت سے ڈرتے ہیں کب شوق سے مرنیوالے
تیرے ہاتھوں سے عجب شوق سے ہوتے ہیں شہید　　چوم لیتے ہیں تیرے تیغے کو مرنے والے
شاد مرتا ہے ستمگر کبھی ظلم سے بھی جذبۂ دل
یہ نتیجے ہی نہیں ترشی سے اثر ہونیوالے

از شری بت برج لال جی نسیم لائل پوری،

پیام آسمان ہے غور سے سن محو حیرت ہو　　تجھے مرنے کی عادت ہو تجھے مٹنے کی چاہت ہو
تیرا ہر نقش پا ظاہر کرے منزل کی عریانی　　عدو کیواسطے لیکن تیری محبت قیامت ہو
اگر ہے زندگی مطلوب عالی ہو سپاہی بن　　تیرے سینے میں آتش ہو تیرے ہاتھوں میں قوت ہو
گل کیا خود زندگی میں رنگ و بو کی کچھ تمنا کر　　کہ تیری باغباں کے دل میں عزت ہو محبت ہو
بقائے زندگی کیواسطے سب کچھ تکدی بھگتے　　عبادت کا طریقہ ہو مگر نتھوں کی عبادت ہو
خیال فلسفہ کو چھوڑ کر عملی مدبر بن　　تیری ہر زندگی کی سانس میں مرنے کی عادت ہو
صدی گو میسوس ہے یہی آواز آتی ہے
وہی زندہ رہیگا جسمیں مرمٹنے کی طاقت ہو
(شری میاں اخگر فیروزپوری)

مادر ہندوستان پھر آج کس کے غم میں ہے

کیا ہوا کیوں آج ہر پیر و جواں ماتم میں ہے　　ہاں یہ کیا چرچا ہے جو پھیلا ہوا عالم میں ہے
رنج کیوں پورب میں کیوں پچھم میں ہے　　کیوں زمیں ماتم میں ہے کیوں آسماں ماتم میں ہے
کونسی صورت تھی جو آنکھوں سے نہاں ہو گئی　　پھر بسر اندر سر سا کیوں دیدۂ پر نم میں ہے
کس کے صدمے نے پرانے زخم تازہ کر دیئے　　مادر ہندوستان پھر آج کس کے غم میں ہے

فدائے قوم صداقت پرست دانش مند
نہ اُنکی ذات سے پہنچا کبھی کسی کو گزند
یہ ماہتاب مجسم تھے دہرم کے پابند
جئے تو جان لڑاتے رہے دہرم کیلئے
مرے تو ہو گئے قربان سنگھٹن کیلئے
یہ وہ ہیں لوگ بٹھاتے تھے جنکو آنکھوں پر
یہ وہ ہیں تھے کبھی مسجد زینت ممبر
یہ وہ ہیں سامنے بندوق کے تھے سینہ سپر
یہ وہ ہیں جنکو نہ تھا جسم و جاں کا خوف و خطر
یہ وہ ہیں خلق کی خدمت مدام کرتے تھے
یہ وہ ہیں جنکی کہ عزت عوام کرتے تھے

موت سے ڈرتے ہیں کب شوق سے مرنیوالے
تیجہ فکر تسری بیگ گوبندرام سیٹھی شاد - راولپنڈی
مرحبا! آفریں اے جاں سے گذرنیوالے
مر کے بھی جیتے ہیں اس شان سے مرنیوالے
موت کیا شے ہے نئی شان سے مثل موتی
خاک میں ملکے نکھرتے ہیں نکھرنیوالے

جورِ اغیار سے تھا چھلنی جگر سینہ فگار
چھوڑ کر عیش و زر و مال خزانہ گھر بار
بنکے سیوک ہوا سیوا کیلئے تو تیار
گوروکل ساحلِ گنگا پہ بنایا تو نے
دید و دیا کا شجر گویا لگایا تو نے
گوروکل نے ہی یہاں ناگری پھیلائی ہے
اس نے ہی برہمچرج کی عصمت ہمیں دکھلائی ہے
صنعت و حرفت و تعلیم بھی سکھلائی ہے
اس نے پاتال میں جڑ قوم کی پہنچائی ہے
درسگاہوں میں زمانے کی ہے یہ ماہ منیر
خلق و تہذیب میں بھی رکھتا نہیں اپنی نظیر

جناب ممتاز الشعرا منشی پیارے لال صاحب رونق دہلوی

لہو میں ڈوبی ہوئی ہے یہ کس شہید کی لاش
یہ گولیوں سے ہے کس شیر کا جگر صد پاش
یہ چور ہو کے بھی زخموں سے کون ہے بشاش
یہ کس کے رُخ سے برستا ہے دھرم کا پرکاش
یہ ہندوؤں کے کلیجہ میں داغ کسکا ہے
دلوں میں آج یہ روشن چراغ کسکا ہے
شہید زندہ جاوید ہیں یہ شردھانند

خوف لاتا ہی : تھا دلمیں تو آفت سے کبھی
تو تھا مہتاب ضیا اپنی دکھا کر اُٹھا
اپنے قاتل کی بھی تو پیاس بجھا کر اُٹھا

آہ شردھانند

ملکہ چپد۔ بہلد دارج۔ مہتاب انانہ چھاونی

آج محروم ہوا اس پھول کی ہستی سے چمن
جس کی خوشبو سے معطر تھے زمین زمن
آج اُس شیر نیستاں سے ہوا خالی بن
جس کے پنجہ نے کیا چاک بدی کا دامن
شیفتہ سچ پہ فدا قوم کی تھا آن پہ جو
مثل پروانہ کھیلتا تھا جان پہ جو
آتی ہر سمت سے ہے آج صدائے ماتم
دل پہ کل قوم کے چھایا ہے بہت رنج و الم
غم و اندوہ سے ہر ایک بشر ہے بے دم
نوحہ سینے میں ہے اور چشم ہوئی ہے پُرنم
دیں بھلا کس طرح ہم موہنی مورت تیری
شردھانند بسی دلمیں ہے صورت تیری
دم پہ چھائی تھی جس وقت گھٹا ، درادبار

کر گئی کام گولی قاتل کی | ہو گئے اُن شہید شردہانند
آریہ پرُش سب اداس ہیں آج | جسکو دیکھو وہی ہے ناخورسند
فکر تاریخ جب ہوئی سنبل | بولا ہاتف اسے کرو سہ چند
پھر تو سہ قربہ کیا میں نے | آہ۔آہ ہائے ہائے شردہانند

خواب خرگوش میں تھے ہم کو جگا کے چھوڑا
دھرم کی ڈوبتی نیا کو بچا کے چھوڑا
دکھی بیواؤں کا سب رنج مٹا کر چھوڑا
غم کے چنگل سے یتیموں کو چھڑا کے چھوڑا
قوم کے واسطے دکھ درد کی پرواہ نہ کی
عیش و آرام سے رہنے کی کبھی چاہ نہ کی
ہندو جاتی کے تھے کچھ لال بزیراد بار
تاک میں بیٹھے چرانے کیلئے تھے اغیار
آنکھ جو تیری مُڑی ہو گیا فوراً تیار
سب کو رشتے میں پرو کر کے بنایا اک ہار
اسی جرأت نے تیری جان کو لیکر چھوڑا
چلدیا ہنستا ہوا منہ نہ دھرم سے موڑا
رنج و آفات سے اغیار کی طاقت سے کبھی
ڈگمگایا نہ قدم راہ صداقت سے کبھی
پیش آیا نہ عدو سے کبھی حقارت سے کبھی

وائے برانصاف اگر اسکے عوض پائیں بہشت

نتیجہ ازکلا افسردگی لعل چند بسمل پشاوری

ہے نشرِ دیانند کا غم ہم کو دیانند کے بعد
یاد رکھیں گے ہم اس غم کو دیانند کے بعد

پونچھنے والا تھا ہر وقت پہ مرنے والا
قوم کے دیدۂ پرنم کو دیانند کے بعد

قوم والے بھی سمجھتے تھے غنیمت کسکو
اسی ہستی کو اسی دم کو دیانند کے بعد

بھولکر بھی نہ کبھی بھولے گی ہندو جاتی
یاد رکھے گی اسی دم کو دیانند کے بعد

یہ ہی تھا جس نے کہ پھر شدھی کے منتر پڑھکر
قوم سے دور کیا سم کو دیانند کے بعد

قوم والوں سے کیا پنجۂ قاتل نے جدا
قوم کے مونس و ہمدم کو دیانند کے بعد

قسمت قوم میں شاید کہ یہی لکھا تھا
کہ بچھائے صفِ ماتم کو دیانند کے بعد

ہوگئی موت سے تاریخ مکمل بسمل
اور اک داغ ملا ہم کو دیانند کے بعد

قطرہ دریا ہو چکا تھا اور ذرہ آفتاب
تھی نہ اب کوئی کسر باقی کہ سنیاسی تھا وہ
ہوتی ہے ہمدرد سنیاسی کی کائنات
سورگ میں ہے محفل ہستی کہ سنیاسی تھا وہ
ٹوٹنے والا ہے تجھ پر آسمان سے قہر آج
یاد رکھ اس خون کو اے دہلی کہ سنیاسی تھا وہ
قاتل سفاک اسمیں کچھ نہیں تیرا قصور
تو نے ثابت کر دیا اپنے عقیدے کا قصور
وہ عقیدہ جو دلائے جرأت قتل فقیر
لائق نفریں ہے جنت کا ضماں ہی کیوں نہ ہو
قتل ناحق پر جو آمادہ کرے جنت نہیں
راحتوں میں انتخاب دو جہاں ہی کیوں نہ ہو
وہ تمنا ہے یزیدی قتل سے بھر جائے
وہ تمنائے بہشت جاوداں ہی کیوں نہ ہو
جس کا ایفا قتل پر ہو منحصر جھوٹا ہے وہ
وعدۂ جانانہ حور جناں ہی کیوں نہو
قاتل درویش ہے وقف عذاب دائمی
سجدہ ریزی میں جواب قدسیاں ہی کیوں نہو
قتل و غارت میں زیادہ کونسا ہی کا ذشت

گری ہے کوند کر بجلی اسی شاخ نشیمن پہ

لکھوں کیا نوحۂ غم اے دل دلگیر خامہ سے
ٹپکتے ہیں یہ آنسو دم تحریر خامہ سے

جہاں سے کون ناکام تمنا آج رخصت ہے
یہ کس کے سوگ میں نذر خزاں باغ مسرت ہے

فنا فی القوم کی دنیا سے تیری آج رحلت ہے
فدائے ملک و ملت نے پیا جام شہادت ہے

جو شردھانند سوامی قوم کی آنکھوں کا تھا تارا
نہ جس نے عمر بھر تھا قوم کی خدمت سے جی ہارا

روانہ آہ وہ سوئے عدم بھی آج ہوتا ہے
کہ جس کے سوگ میں پیر فلک بھی آہ روتا ہے

جدائی کا تیری صدمہ ہر ایک عالم کو ہوتا ہے
تیرے غم میں ہر ایک شبنم سے اب گل منہ کو دھوتا ہے

خون ناحق

موت سے بےخوف تھا اور زندگی سے بے نیاز
پا چکا تھا موکش جیتے جی کہ سنیاسی تھا وہ

اس دنیا کی ہوس تھی اور نہ عقبیٰ سے غرض
دونوں عالم سے تھا مستغنی کہ سنیاسی تھا وہ

جدائی تیری قوم کو گوارا ہو نہیں سکتی
کہ پیدا تیری ہستی پھر دوبارہ ہو نہیں سکتی

ہزاروں کو فقیں دنیا کی خاطر دل یہ سہتا ہے
شہیدوں کو ہر ایک یوں زندہ جاوید کہتا ہے

کہ روشن نام دنیا میں ہمیشہ انکا رہتا ہے
انہیں کے فیض کا دریا ہر ایک سمت میں بہتا ہے

مٹی جاتی ہے دنیا دیکھ لو تا ابد میں ان کی
زمانہ جان دیتا ہے ہر ایک تقلید میں ان کی

دکھایا کچھ اثر بھی رقص بسمل نے ترے دل پر
چھری تو شوق سے پھیری تھی قاتل مرغ بسمل پر

کہیں گے دیکھنا صدیق کیا کیا اہل محفل پر
یہ چھینٹے رنگ کر بیٹھینگے نیا دامان قاتل پر

پکاریگا لہو یہ دیکھنا اک دن زباں ہو کر
زمین کو تیرے جاناں رنگ دیگی آسماں ہو کر

نوحۂ غم

گھٹائیں یاس کی چھائی ہوئی ہیں صحن گلشن پر
شرارے آہ کے چسپاں ہوتے ہیں چراغ پر دن پہ

کھٹکتا ہی رہا جو آشیاں صیاد بد ظن پہ

بن کے شردھانند اس شدھی پہ ہم مٹ جائینگے

(از نتیجۂ فکر شریمتی شانتی دیوی جی سابق اصغری بیگم)

آریہ بن بن کے معراج شہادت پائینگے
دشمنوں کو اپنے دل کے حوصلے دکھلائینگے

بابر و محمود کی کمزوریاں دکھلائیں گے
شیر ہیں ہم بھیڑیوں سے کس طرح گھبرائینگے

نعرۂ اللہ اکبر منتقل ہو ادم میں
غیر ملکوں کی زبان سے فائدہ کیا پائینگے

یاد رکھیں ایشور رکھشک ہے ویدک دہرم کا
سفر وہ پرواز مذہب جلد تر مٹ جائیں گے

گر انہیں تبلیغ کا حق ہے تو شدھی کا ہمیں
بن کے شردھانند اس شدھی پہ ہم مٹ جائینگے

گر رہا کچھ دن یونہیں پرچار ویدک دہرم کا
بندۂ اسلام لاکھوں آریہ بن جائیں گے

علمیت کے سبب مقابل آ نہیں سکتے ہیں وہ
رعبِ فاروقی جتاتے ہیں کہ یہ ڈر جائیں گے

ہم گھٹا دیں گے نشان بن کے زورِ حیدری
آریہ ہیں گولیاں سینوں پہ اپنے کھائینگے

ایک بیمار اکہتر سالہ پر یہ ہوکے ہے وار
کیا اسی زورِ شجاعت پر عدو اترائینگے

ہو مبارک دشمنوں کو یہ رہ ظلم و ستم
ہم تو شردھانند کے نقشِ قدم پر جائیں گے

گیان پر تلوار چل سکتی نہیں اگیان کی
ویر کیا ان بزدلوں کی دھمکیوں میں آئینگے

گرد ہی کوشاں رہیں گے کام میں شدھی کے ہم
غیر متی بھی ہمارے پنجے میں آ جائیں گے

ہم محبت سے اگر دیں گے انہیں تعلیم وید
دشمنانِ وید منتر بھی گلے لگ جائینگے

آریہ ویر دیہ کہدو مرد میداں بن کے آج
بزدلانِ قوم کیا اپنے مقابل آئیں گے

حوصلے دل کے نکالیں غیر تو تلوار سے
شانتی کہتی ہے ہم شدھ سبکو کرتے جائینگے

بنیگا پھر یہ بھارت گھر گردوں تیاڈ نگا

رواج اٹھ جائیگا بھارت سے بچپن کی دو بیوہ انگنا — نہ ہوگا نام بھی پھر کنیا دکری سے کے پاپ کا
نہ جلنے پائیگا سنتاپ ہر دے اچھوتوں کا — دلوں میں ہوگا نہ پھر دوبارہ کے شدھی سنگٹھن کا

ہمارے من میں پھر اٹھینگی پریم آنند کی لہریں
کہ گورکھشا بہائیگی یہاں گھی دودھ کی نہریں

۱۰ عہ بھومی اس دن سورگ سی سندر بنی ہوگی — کلی آشا کی کنول بنکر کھلی ہوگی
دھری ہر دے کے مندر میں اسی کی مورتی ہوگی — کرینگے اسکی پوجا ہم یہ دیوی لکشمی ہوگی

شنکر اس موہنی دیوی پہ تن من وار دینگے
لگا کر پریم سے لو آرتی اس کی اتارینگے

شردھانند کی ارتھی

(از مہاشہ نانک چند صاحب ناز کے قلم سے)

یہ کیا آیا ہے پیغامِ جگر پاش — یہ کس کی آج مرگِ ناگہاں ہے
زمیں پر کیوں بچھی ہے ماتمی صف — فلک کس کے الم میں خونچکاں ہے
سنائی دے رہی ہے آہ و زاری — غرض ہر سو قیامت کا سماں ہے
پیا ہے سوامی جی نے جامِ شہادت — جو آریہ قوم کو زندہ کناں ہے

عقیدت پوچھتی پھرتی ہے میری
شردھانند کی ارتھی کہاں ہے

امنگ ڈھیگی نوجیون کی رگوں کی تپوبل میں — ڈیرے پڑینگے سندر جیون کے رن تھل میں
مہاسنگرام کا دیکھا جائیگا وایو منڈل میں — دھنی گونجیگی گومتری کی چاروں اور بن میں

یہاں بنسی بجائیگا ہمارا بنسری والا
یہاں گیتا سنائیگا نرالا نند کا لالا

یہیں گر پھر اتری بھگتی کا سکھائیگی وہی بنسی — سندیسا ایکتا کا پھر سنائیگی وہی بنسی
یہیں پر چین بھارت پھر دکھائیگی وہی بنسی — کہ منڈپ دیو لیلا کا رچائیگی وہی بنسی

وہ بنسی جب سنیں گے ہم سپھل جیون مرن ہوگا
بجیگی اُس کی سیتک جب سُروں کا سنگھٹن ہوگا

سمے آئیگا پھر پرچین دنیا کا گروکل میں — کہ بچہ بچہ پھر پا تھلی ہوگا گروکل میں
جو وردن آچاریہ سے پائیں گے ہم سکھشا گروکل میں — بنینگے پھر یہ دھشر تیم سے یودھا گروکل میں

یہ وہ ہے سنستھا سوامی نے جسکو پھر چلایا ہے
یہ وہ ہے سنستھا ویدوں کا جسپر پھر تھپایا ہے

گرو دسی پریم کی سکشا یہاں دو یار بھی لینگے — بڑے چھوٹے دھنی نردھن برابر مل کے بیٹھینگے
جو جھلک پریم کے دیپک کو ہم ہر دم میں دیکھیں گے — گروکل میں یہاں پھر سوامان کرشن کھیلیں گے

رہیں گے برہمچاری بھائی بھائی بنکے آپس میں
کرینگے دیش کی سیوا تپوبل ہوگا نس نس میں

تپوبل برہمچاری بل لکے اپنا دکھائیں گے — کہ ویدک دھرم کی بھارت میں پھر گنگا بہائینگے
گرے ہیں جو رساتل میں انہیں اونچا بنائینگے — شچی سنتان کو رشیوں کے آسن پر بٹھا دینگے

ہرا دنیا میں ہوگا برکشہ اپنی کاماؤں کا

پشپانجلی

(از کوی بھوشن مہاشہ راج بہادر شرر بی۔ اے)

جب اپنے دھرم پر بلہار شردہانند ہوتے ہیں — جو پریمی بھگت ہیں ان کے ویاکل ہو کے جیتے ہیں
بل ہردے کو وہ شدھی کے گنگا جل سے دھوتے ہیں — کہ موتی آنکھ کی سیپی کے مالا میں پروتے ہیں

کیا سنتاپ ہندو جات نے انکول شردہا کے
چڑھائے ویر سنیاسی پہ سب پھول شردہا کے

مرے جو دھرم کے ہت میں ہوا سنمان سوامی کا — ہر اک پرانی کی وانی پر ہوا گن گان سوامی کا
کریگا کاریہ پورا سرو شکتیمان سوامی کا — کرادھبت رنگ لائیگا مہا بلیدان سوامی کا

رہا جو کرم کی مریادہ پر بھگوان ہے اُس کا
ہمیں وشواش ہے پورن کہ ویدک گیان ہے اُسکا

دکھائیگی الوکک شکتی اپنی آریہ للنائیں — بنینگی پھر یہاں جب دھرم یودھاؤں کی مائیں
پھلے پھولیں گی بھارت ورش کے ہردے میں آشائیں — وچرتی ہونگی بن بن کا دھیتو بن کے جب گائیں

کسی دن آریہ بھومی دھرم ویروں سے بھری ہوگی
کہ ان کے رکت کی لالی سے یہ کھیتی ہری ہوگی

سکل برہمانڈ میں پھیلیگا پھر ویدوں کا اُجیالا — بنینگے چپے چپے پر ہون کنڈ اور گئوشالا
اچھوت اور براہمن مل کے پئیں گے پریم کا پیالا — بنینگی دھرم کے منکوں کی ہندو سنگٹھن مالا

وہ دن آئیگا ہوگا دھرم کا پرچار دنیا میں
سنائی دیگی پھر ویدوں کی جے جے کار دنیا میں

یہ وہ ہیں جن کو شہادت کی مل گئی معراج — زبانِ خلق پہ ہے کہ شورِ آفریں کا خراج
یہ بچے ہیں فخرِ گوروکل یہی ہیں فخرِ سماج — یہی ہیں آج شہیدانِ قوم کے سرتاج

یہ وہ ہیں قوم کی حالت کو جو سنبھال چلے
کہ مرتے مرتے بھی شدھی میں جان ڈال چلے

انہیں کی تاک میں تھا آہ قاتلِ سفاک — لعین بچۂ شیطان فتنہ گر ناپاک
ستم شعار نے انسانیت پہ ڈالی خاک — کیا خبیث نے بیمار ناتواں کو ہلاک

دکھایا جوہرِ مردانگی یہہ قاتل نے
کیا نہتے پہ بے بس پہ وار بزدل نے

جفا شعار کو احسان کا نہ تھا احساس — کہ پانی پی کے بھی تھی تشنہ لب کو خون کی پیاس
کیا نہ ضعف و علالت کا بھی شقی نے پاس — نہ آیا وا غضبے پستول لیں میں خوف و ہراس

ثمر ملے گا قیامت میں کینہ سازی کا
کہ سر سے نکلیگا سارا جنون غازی کا

ضرور رنگ یہ خونِ شہید لائے گا — کہ سنگھٹن کے ہر ایک فقرہ کام آئیگا
سنے گا جو یہ فسانہ وہ جوش کھائیگا — بشر تو کیا ہے فرشتوں کا دل بھر آئیگا

ستم شعار نہ سمجھے کہ مٹ گئی شدھی
کریں گے روز ہزاروں کی ہم نئی شدھی

شہید زندہ جاوید سوامی شردھانند

(منشی پیارے لال صاحب ذوق دہلوی)

لہو میں ڈوبی ہے یہ کس شہید کی لاش — یہ گولیوں سے ہے کس شیر کا جگر صد پاش
یہ چور ہو کے بھی زخموں سے کون ہے بشاش — یہ کس کے رخ سے ہے برستا ہے دھرم کا پرکاش
یہ ہندوؤں کے کلیجہ پہ داغ کس کا ہے
دلوں میں آج یہ روشن چراغ کس کا ہے

یہ کس کی لاش پہ ہے اژدہام خلقت کا — پیا ہے جام یہ کس مرد نے شہادت کا
ملا ہے آج جسے مرتبہ حقیقت کا — یہ کس کے سر پہ مزین ہے تاج شہرت کا
یہ کس کی خون میں ڈوبی ہوئی کہانی ہے
یہ کون ویر ہے جو لیکھرام ثانی ہے

شہید زندہ جاوید ہیں یہ شردھانند — فدائے قوم صداقت پرست دانشمند
نہ ان کی ذات سے پہنچا کبھی کسی کو گزند — یہ سنیاس مجسم تھے دھرم کے پابند
جئے تو جان لڑاتے رہے وطن کیلئے
مرے تو ہو گئے قربان سنگھٹن کیلئے

یہ وہ ہیں لوگ بٹھاتے تھے جنکو آنکھوں پر — یہ وہ ہیں تھے کبھی مسجد میں زینت منبر
یہ وہ ہیں سامنے بندوق کے تھے سینہ سپر — یہ وہ ہیں جنکو نہ تھا جسم و جاں کا خوف و خطر
یہ وہ ہیں خلق کی خدمت مدام کرتے تھے
یہ وہ ہیں جن کی عزت عوام کرتے تھے

...نے قدم کس کے لئے — کس کی تقریر سے دوبارہ دل بڑھ گئے
...یتیم بنائے عدو چال کئے — کس نے امت کے بچانے کی بہم سوچ لی

کون اٹھا تھا معیت میں وہی شیر نڈر
ادم کا جھنڈا کیا چار طرف جس نے بلند

...کو پھیلایا گور دکھل کھولے — علم و فن عدل کی میزان میں کھکر تولے
...اے حامی وہ توحید کے موتی رولے — چڑھ کر اغیار کے سر پر ترے جادو بولے

یعنی شدھی کا علم دہر میں گاڑا تو نے
پائے دشمن پہ سر جنگ اکھاڑا تو نے

خدمت خلق میں سب عمر گذاری تو نے — زلف ملت کہ پریشان تھی سنواری تو نے
ہند میں فیض کے دریا کئے جاری تو نے — لاج رکھ لی دم تحقیر ہماری تو نے

اب کہ تو ساکن جنت ہے شہادت پا کر
ہمیں بتلا دے جئیں ہند میں ہم کیا کھا کر

آکہ پھر اہل وطن تیرے لئے نالاں ہیں — آکہ پھر ہند میں بربادیوں کے ساماں ہیں
آکہ پھر جامۂ تبلیغ سے ہم عریاں ہیں — آکہ پھر قوم میں سب وقف غم و حرماں ہیں

آکہ پھر ہند میں شدھی کا علم لہرا دیں
آکہ پھر سے تجھے ہم اپنے دلوں میں جا دیں

کھاتے تھے جس کی بزرگی کی فرشتے سوگند — پاکبازی میں دیانند کا تھا جو فرزند
رعب تسلیم سے جس کی تھے فلک لرزی ہیں
کیا فلک؟ عرش بریں پر تھے ملک لرزی ہیں

ملک الموت سے جب غم کا نہ یہ بار اٹھا — حیف بیمار پر اک دست ستمگار اٹھا
غل ہوا چل طرف موت کا بیمار اٹھا — جی گیا۔ زندہ ہوا قوم کا سردار اٹھا
اس شہادت سے بھی مُردوں میں نئی جان آئی
لوٹ کر عالم بالا سے گئی جان آئی

اس کے ہر قول سے ہر اہل وطن زندہ تھا — یعنی بلبل کے ترنم سے چمن زندہ تھا
وہ جو زندہ تھا تو دل زندہ تھے تن زندہ تھا — آہ اسی کے لئے کیا چرخ کہن زندہ تھا
دونوں ہاتھوں سے جو دل تھامے ہوئے پھرتے ہیں
اشک آنکھوں سے نہیں گرتے ہیں دل گرتے ہیں

کھو دیا آہ حقیقت کا گہر قاتل نے — بے نتیجہ پایا تھا پتھر کا جگر قاتل نے
نقش فطرت کو مٹایا جو نظر قاتل نے — وا کیا اپنے لئے موت کا در قاتل نے
آج اسلام کی رحمت کا زمانہ سمجھا
جس نے دلیوں کو بھی گولی کا نشانہ سمجھا

آگے سنگینوں کے وہ سینہ سپر ہوتا تھا — پیش پیش اپنے وہی اہل جگر ہوتا تھا
قوم کیا تھی وہ ہوتا تھا اگر ہوتا تھا — اس کا ہر وقت اسی غم میں بسر ہوتا تھا
کشت ملت کو نظر اپنے لہو سے سینچا
اس شہادت سے شہیدوں کا ہوا سر اونچا

جنوں کے ہاتھ میں صبر و شکیبائی کا داماں ہے
بیاباں ہے کوئی یا کوچۂ چاک گریباں ہے
شبِ تاریک غم ہے، کثرتِ اندوہ و حرماں ہے
خدا ہی بے کسوں کا سوگواری میں نگہباں ہے
شکستہ ضبط کے جو پاسے ہوتے عہد پیماں ہیں
ٹھہر جا اے دلِ غمناک غش آنے کے ساماں ہیں

آکہ پھر ہند میں شادی کا علم لہرا دیں

(از سید القلم پنڈت یوگراج شرما نظر سوہانوی)

آج میخانے میں کیا گذری ہے میخوار و نپر
اشک آنکھوں سے ڈھلے جاتے ہیں خسلر دنپر
پڑگئی اوس مے و جام کے گلزاروں پر
بیکسی چھائی ہے ساغر کے گنہگاروں پر

خبر ہے کہ ساقی نہیں میخانے میں
یعنی جو کچھ بھی تھا باقی نہیں میخانے میں

کون ساقی؟ کہ جو تھا مہر و وفا کی تصویر
راہ بھولے ہوؤں کو راہنما کی تصویر
دور تھی جس کے سبب رنج و بلا کی تصویر
ذات تھی جس کی یہاں لطفِ خدا کی تصویر

نگہِ مست سے جس کی تھا زمانہ سرشار
میکدہ جس کی عنایات سے تھا باغ و بہار

کون ساقی تھا وہ؟ مقتولِ جفا شر و گزند
جس کا ہر کام تھا فطرت کی نگاہوں میں پسند

بنے گا کون اب شدھی کا رہبر آپ کی جے ہو
قیامت بھی کبھی دن آئے گی عبدالرشید آخر
تری مٹی کی بھی ہو گی کبھی مٹی پلید آخر
شب تاریک غم ہو گی۔ یہ تیری صبح عید آخر
تجھے لعنت کرے گی ایک دن روح یزید آخر
پڑے گی روح پر تیرے کوئی ضرب شدید آخر
ملے گی خاک میں جنت کے ملنے کی امید آخر
سوامی جی کا خوں کر کے پیا خوں یک زمانے کا
ترے مشرب میں احساں تھا یہی پانی پلانے کا
خبر بھی ہے تجھے او مرشد غول بیابانی
ہنود میزبانی کیا ہے۔ کیا ہے شان مہمانی
دم آخر بھی سوامی جی نہ بھولے فرض انسانی
پیا جام شہادت۔ جب تجھے پلوا دیا پانی
پھر اس پر بھی مریض ناتواں کے قتل کی ٹھانی
انہیں خونریزیوں پر تھا تجھے ناز مسلمانی
خدا کے سامنے تو حشر میں کیا منہ دکھائیگا
سبب اس میزباں کے قتل کا تو کیا بتائیگا
ہمارے درد کا دنیا میں چارہ ہے نہ درماں ہے
غم سوامی کے دریا کی نہ کچھ حد ہے نہ پایاں ہے

چمن شدھی کا اب کھل جائیگا باغِ جناں ہو کر
لہو سے سینچا ہے تو نے اپنے خوں سے باغباں ہو کر
زمین سنگھٹن مانا کہ گردِ کارواں ہوگی
مگر یہ گرد اڑ اڑ کر کسی دن آسماں ہوگی
دمِ آخر بھی تھی شکلِ وطن آنکھوں کے تاروں میں
پسِ مردن بھی بوئے وفا پھولوں کے ہاروں میں
تری تیر تو نے ڈالی جاں وطن کے جاں نثاروں میں
تری گمتی نے پھونکی روح تیرے سوگواروں میں
ہنر ہی تھے ہنر تجھ میں۔ کہیں گے ہم ہزاروں میں
مگر اتنی بڑائی تھی کہ تھا تو جانثاروں میں
کبھی سنیاس کا منظر کبھی منظر شہادت کا
تماشہ دیکھ لیں دشمن ترے جیون کی عظمت کا
کہانی دردِ غم کی آہ! اب کس کو سنائیں ہم
کلیجہ چیر کر جاتی کا اب کس کو دکھائیں ہم
یہی پرماتما سے مانگتے ہیں اب دعائیں ہم
تجھے بھولیں نہ ہم گو غم کو تیرے بھول جائیں ہم
غضب ہے گر نہ اب تیرے مشن پر جاں لڑائیں ہم
ستم ہے مرنے والے اگر نہ ایماں تجھ پہ لائیں ہم
دمِ آخر دہانِ زخم سے یہ مسئلہ طے ہو

سناتن دھرم والے بھی تجھے جاں سے پیارے تھے
نفاقِ ہندو و مسلم سے جلتے دل پہ آرے تھے
تجھے امن و اماں و صلح کے بہاتے نظارے تھے
ترے دلیس جگہ جن کی تھی، وہ آفت کے مارے تھے
نہ تھا دنیا میں جن کا کوئی وہ تیرے دلارے تھے

ترے غم سے ترا عطرِ عقیدت اور کھینچا ہے
ترے خوں سے نہالِ زندگیٔ قوم سینچا ہے

وطن کے بے زباں ڈوبے ہوئے تم نے ابھارے تھے
تھی کشتی کے کھیوا تم ہی دریا کے کنارے تھے
وسیلے بے نواؤں کے تو دکھیوں کے گذارے تھے
اناتھوں کے سہاگ تھے اچھوتوں کے سہارے تھے
چلے ہو پھیر کر منھ! کیا یہی وعدے تمہارے تھے
وہ دن بھی یاد ہیں جب ہم تمہارے تم ہمارے تھے

تمہارے صدمۂ رحلت سے ہوتا چاک سینہ ہے
عقیق داغ فرقت خاتمِ دل کا نگینہ ہے

ترے مشہد سے دشمن کیا چلے ہیں شادماں ہو کر
ترا خوں رنگ لائیگا شرابِ ارغواں ہو کر
ادھر قاتل بڑھا سفاک مرگِ ناگہاں ہو کر
ادھر دوڑی قضا تیری حیاتِ جاوداں ہو کر

مٹا کر اپنی ہستی ہستیِ نام و نشاں پانا
قضا کو دے کے دم تیرا حیاتِ جاوداں پانا
وہ مسجد "اور وہ منبر، وہ تیرا وعظ فرمانا
وہ منظر اتحادِ ہندو و مسلم کا دکھلانا
وہ سنگینوں کا تن جانا وہ بزدلوں کا گھبرانا
ترا سینہ سپر ہو کر سرِ میداں وہ ڈٹ جانا
مسیحا بن کے انصاری کا وہ تشریف لے آنا،
وہ تیرے روگ کا تیری ہی صحت کی قسم کھانا
ستم وہ مہمانی کا کرم وہ میزبانی کا
دغا بیوالورکی وہ! عوض وہ سرد پانی کا
لبِ زخمِ جگر اپنا لبِ فریاد ہو جاتا
ہمارے انتخابِ فردِ غم پر صاد ہو جاتا
ذرا تو کچھ علاجِ خاطرِ ناشاد ہو جاتا
عطا کچھ درشنوں ہی کا ہمیں "پرشاد" ہو جاتا
سبق ہی کچھ وصیت کا تمہاری یاد ہو جاتا"
وہاں زخم ہی سے کچھ ہمیں ارشاد ہو جاتا
حقیقت رائے جی آئیں کہ پنڈت لیکھرام آئیں
ترا رمزِ شہادت کوئی صاحب ہم کو سمجھائیں
سماجی ہی نہ کچھ تنہا تری آنکھوں کے تارے تھے

ہمارے زخم کہتے ہیں مگر کچھ اور ہی ہم سے
فغاں سے، آہ سے، فریاد سے، شیون سے، ماتم سے
ہمیں فرصت کہاں ہے آج کل غم ہائے پیہم سے

شہید قوم کے چرنوں پہ اپنا سر جھکاتے ہیں
بہا کر اشکِ خوں - یہ پھول شردھا کے چڑھاتے ہیں

شکستہ قلبِ بھارت کی صدا، او خستہ تن! سن لے
ہمیں کہتی ہے کیا - اب گردشِ چرخِ کہن! سن لے
لہو رو دی ہے غمگیں شمع حالِ انجمن سن لے
بہاتی اشکِ خوں بلبل ہے، روداد چمن سن لے
دہانِ زخم دل سے - قصۂ رنج و محن سن لے
شہیدِ ہند! کچھ تو شیونِ اہلِ وطن سن لے

نہ کچھ لینے کو آئے ہیں نہ کچھ دینے کو لائے ہیں
کفن منہ سے ہٹا دے! ہم ترے درشن کو آئے ہیں

وہ "رولٹ ایکٹ" کے قصے ستم وہ "مارشل لا" کے
غضب وہ سختیاں تیرا اٹھانا جیل میں جا کے
وہ قاتل کو بلانا دھرم سنگھ کو حکم فرما کے
ترا انجامِ شہادت اف! وہ پینا پانی پلوا کے
ترا سینہ سپر ہو کر - وہ مرنا گولیاں کھا کے
خوشی سے جان دینا وہ ترا! او لال ماتا کے

یہ تیری سینہ کوبی، آہ! اے آتشِ بجاں! کب تک
دہانِ زخم سے نکلے گا آہوں کا دھُواں کب تک
یہ تیری سسکیاں کب تک! یہ تیری ہچکیاں کب تک
رہیں گے اشکِ خوں، زخمِ جگر کے ترجماں کب تک
رہے گا شدتِ غم سے تو آخر نوحہ خواں کب تک
اور اے خاک و خوں میں لوٹنے والے فغاں کب تک

زباں سے، آنکھ سے، ابرو سے چتون سی، اشاروں سی
دہانِ زخم تیرے کچھ تو کہدیں دلِ فگاروں سے
دلِ نورِ غم سے تو مت بول۔ اب ہم ہی بتاتے ہیں
ہمیں تجھ کو کلیجہ چیر کر اپنا دکھاتے ہیں
ہم اپنی آہ کی پستول کی گولی چلاتے ہیں
دلِ ناشاد کو مقتول کا لاشہ بناتے ہیں
بہا کر اشکِ خوں دل میں صفِ ماتم بچھاتے ہیں
جو کچھ ہم نے پڑھا ہے "تیغ" میں تجھ کو سناتے ہیں

شہیدِ قتل ہو کر ہو گیا فردوس کو راہی
وہ تیرا لال، منشی رام شردھانند سنیاسی
کلیجہ کٹ گیا ہے۔ ہائے کیا کیا نشترِ غم سے
بہا ہیں کیوں نہ ہم خوں نابہ دل چشمِ پُرنم سے
یہ نا زخم پر انگور سینہ جا اپنے مرہم سے

ترا یہ ہر دہان زخم چشم خونچکاں کیوں ہے
لبِ زخم جگر پر شکوۂ جورِ فلک کیوں ہے
رنگی خونِ شہادت میں تری نوکِ پلک کیوں ہے
ترے ٹوٹے ہوئے دل کا مکاں ماتم سرا کیوں ہے
ترے ظلمت کدے میں مجمعِ اہلِ عزا کیوں ہے
کلیجہ تھام کر یہ "ہائے" کی بلکی صدا کیوں ہے
کمر پر ہاتھ رکھ کر "درد" پہلو میں اٹھا کیوں ہے
ترا خونِ تمنا۔ اشک خوں بن کر بہا کیوں ہے
ترا یہ حال اے ہندوستاں کچھ تو بتا! کیوں ہے
"اداسی" مردنی بن کر تری صورت پہ چھائی ہے
فلک نے کونسی تازہ قیامت تجھ پہ ڈھائی ہے
گلہ "پستول" کا کیسا؟ شکایت کیسی قاتل کی؟
ترے پہلو میں دل دھڑکا کہ پھڑکی لاش بسمل کی
بندھی ہے کیوں تری ہچکی؟ بھری ہی کیوں تری ہلکی
کمر کس کے غمِ رحلت نے توڑی ہے ترے دل کی
سنی ہے خون میں کیوں چاندنی جنت کی محفل کی
کسی معصوم نے کیا قطع قربانی کی منزل کی
نشانِ سرخ ہے رستے عدم کے کِنے ناپے ہیں
کسی مقتول کے ہیں نقش پہ داغوں کے چھاپے ہیں

تھا حق پرست حق کے لئے جان دے گیا
ہر نیک و بد کی قوم کو پہچان دے گیا

جو خفتہ گانِ بخت تھے اُن کو جگا گیا اعجازِ مرگ اپنا جہاں کو دکھا گیا
رفعت کا اپنی چرخ پہ سکہ جما گیا معراج ہاتھ آئی شہادت جو پا گیا

رتبہ بڑھا یہ قتل سے توقیر ہو گئی
قبضہ میں اُس کے خلد کی جاگیر ہو گئی

ہو کر شہید سایۂ رحمت میں آ گیا حق بینوں سے حق کی عبادت میں آ گیا
دنیائے دوں سے منزلِ راحت میں آ گیا باغِ جہاں سے گلشنِ جنت میں آ گیا

حاصل ہوئی بہارِ گلِ عیش جاوداں
رونق وہ شانتی سے کر رہا ہے وہاں

خونِ آرزو

(از منشی رام بہادر لال صاحب جویا آنولوی)

ترا دل صرفِ غم اے مادرِ ہندوستان کیوں ہے
کلیجہ کیوں ترا شق ہے ترے لب پر فغاں کیوں ہے
ترے غم کا فسانہ، آہ خوں کی داستاں کیوں ہے
ترے دکھ کی کہانی سن کے، روتا آسماں کیوں ہے
ہوا خون ناپۂ دل آج، آنکھوں سے رواں کیوں ہے

قربان جان کر گیا تنظیم کے لئے

سینچا ہوا اسی کے لہو کا ہے یہ چمن
اب بزم قوم کا تھا وہی شمع انجمن

دل میں بھرا تھا جلوۂ جانبازیٔ وطن
بھڑکا ہوا تھا آتشِ الفت سے تن بدن

وہ مٹ گیا۔ بٹے گی نہ شدھی جہان سے
ہو گی ترقیوں پہ۔ نئی آن بان سے

ڈالی ہوئی اسی کی ہے افتادِ گورو کل
رکھی تھی اپنے ہاتھوں سے بنیاد گورو کل

وقفِ عمل رہا پئے امدادِ گورو کل
چاہی کبھی کسی سے نہ کچھ دادِ گورو کل

کھولیں وہ درسگاہیں کہ امت لٹا گیا
تعلیم علم وید کے دریا بہا گیا

ادھار بھی اچھوتوں کا مدِ نظر رہا
مصروفِ کارِ دھرم میں آٹھوں پہر رہا

کی اس نے دل سے خدمتِ قومی جدھر رہا
چھایا ہوا زمانہ پہ رنگِ اثر رہا

اس یگیہ کی آہوتی میں بلیدان ہو گیا
سیوا میں ملک قوم کی وہ جان ہو گیا

تھا سوامی شردھانند وہ شیر ژیانِ قوم
جھکتے تھے جس کے آگے سرِ دشمنانِ قوم

آوازِ ملک قوم تھی۔ اس کا بیانِ قوم
رکھتا تھا اپنے منہ میں وہ گویا زبانِ قوم

گم کردہ گان راہ کو رستہ بتا گیا
آئینہ مراد کا جلوہ دکھا گیا

سب مشکلات کے لئے سینہ سپر تھا وہ
ڈرتا نہ تھا کسی سے کچھ ایسا نڈر تھا وہ

حق گو تھا۔ حق شناس حقیقت نگر تھا وہ
قلبِ صفا پہ آئینہ تھی۔ اہلِ نظر تھا وہ

علم و طاقت ایشور دیگا وہ ہمکو بیگماں — جہل کا دنیا سے دولسی ہم مٹا دینگی نشاں

لکھدیا جو کچھ تھا لکھنا رک گئی اپنی زباں — رکھدیا کاغذ پہ حق گو جو کہ تھا دل میں نہاں

ساری دنیا دھرم کے اُپدیش سے جنت بنے
جہل کی تعلیم غارت ہو کے پھر راحت بنے

شہید اکبر

(ممتاز الشعراء منشی پیارے لال صاحب رونق دہلوی)

وہ رہنمائے مذہب و ملت کدھر گیا — وہ پیشوا وہ خضر طریقت کدھر گیا

وہ آفتاب برج شرافت کدھر گیا — وہ روشنی شمع ہدایت کدھر گیا

جو جلوہ ریز نور صداقت تھا قوم میں
جو آشنائے رمز حقیقت تھا قوم میں

وہ جاں نثار قوم نہیں آج قوم میں — وہ افتخار قوم نہیں آج قوم میں

وہ ذی وقار قوم نہیں آج قوم میں — وہ نامدار قوم نہیں آج قوم میں

ہو کر شہید زندۂ جاوید ہو گیا
مرنا یہ اس کا - اس کے لئے عید ہو گیا

دریائے حب قوم رہا دل میں موجزن — بھولا نہ جیتے جی کبھی وہ اُلفت وطن

شاداب اس کے دم سے ہے یہ قوم کا چمن — ہے اس کی یادگار جہاں شدھی سنگھٹن

پیدا ہوا تھا ویدوں کی تعلیم کے لئے

عقل کے دشمن یہ سمجھے ہوں نہ اجڑیگا چمن ایک ہی وہ چند بڑھ جائیگا اس کا بانکپن
سنگھٹن ۔ شدھی ۔ یہ دونو ایشور کا کام ہے
جو مٹانے کی کرے کوشش وہ مذہب خام ہے

چشم مینا دیکھتی ہے جو تیرا ہے جہاں پیکر سوامی زبانِ حال سے ہے دُر فشاں
دفنِ اخلاق پر انصاف ہے اک نوحہ خواں عقل کی میت ہے مذہب کا جنازہ ہے رواں
کون سا دین قتل و غارت جسمیں ہو حکم خدا
ہے نتیجہ صاف ۔ مذہب کی غلط تعلیم کا

سنتے ہیں حکام کے آگے ہے قاتل کا بیاں قتل کافر سے ملیگی مجھکو جنت بے گماں
غافلوں کے دل پہ ہے تعلیم مذہب ہی عیاں غیر مذہب کو یہ کافر جانتے ہیں ہر زماں
بھلگی پاک سے حک کردو اس تعلیم کو
ہاں مٹا دو ایک شدھی سے غلط تعلیم کو

جس طرح بیخوف سوامی تھے جری ہم بھی بنیں یہ وصیت ہر طرح سوامی کی ہم پوری کریں
اس جوانمردی سے سچائی پہ ہم بھی جان دیں دشمنوں کی گولیوں خنجر کو سینہ پر سہیں
نخل کو شدھی کے ہم نشو و نما دیں خون سے
پاک ہو دنیا ۔ مرکب جہل کی معجون سے

نور افشاں ہوں زمانہ بھر میں شدھی سنگھٹن پھر ہندی رشی کا نارسفر ٹھہرے وطن
لہلہائے رشک جنت ہو کے بھارت کا چمن یکدلی ہو جائے سب میں ہو دوئی زیر کفن
آدم کی نہ ہوئی سے عنبر ریز ہو سارا جہاں
نور سے بھرپور سارے ہوں زمین و آسماں

پہنچی جو راہ تھی وہی اس نے قبول کی
حاجت شفاعتوں کی نہ طاعت قبول کی

سوامی کو کون کہتا ہے ناپید ہو گیا — ہو کر شہید زندہ جاوید ہو گیا
دنیا میں جو کہ طالب امید ہو گیا — زندان آب و گل میں وہی قید ہو گیا

حق گوئی اپنا شیوہ ہے حق گو ہی نام ہے
کاذب کی اپنے سامنے ترکی تمام ہے

شری سوامی جی مہاراج بیکنٹھ نواسی کا ماتم

(از حق گو دہلوی)

بزدلوں نے وار چھپ چھپ کر کیا تزویر سے — جب شکستہ دل ہوئے تحریر سے۔ تقریر سے
لرزہ براندام تھے سارے جواں اک پیر سے — ورنہ کیوں چلا اٹھے شدھی کے اک ہی تیر سے

دشمن بدبیں نہ سمجھیں قتل سوامی کو کیا
مشتہر عالم میں اپنے دین کی خامی کو کیا

اک علیل و ناتواں پر یوں ریوالور کیا چلا — منتظم سازش پس پردہ ہے یہ شک ہو گیا
اس طرح پر وار کر دے ایک کی جرأت ہی کیا — فرد تھا خفیہ جماعت کا ہے چرچا جا بجا

ایک مدت سے عدو کے بد سیر تھے تاک میں
تھے یہی منصوبے سوامی کو ملا دیں خاک میں

اس طرح شدھی کے رستے میں ہونگے راہزن — اور مٹ جائیگا جو کانٹا ہے دل میں سنگھٹن

وہ جلوہ گاہِ رازِ حقیقت تھے آپ ہی

مدِ نظر سپاہیں تھی بزدل کی آپ کو　　تشنہ لبی پہ رحم تھا قاتل کی آپ کو
آسانیاں جو دینی تھیں مشکل کی آپ کو　　منظور تھی تڑپ رگِ بسمل کی آپ کو

پیاسوں پر اک یزید نے خنجر لگا دیا
قاتل کو اپنے آپ نے پانی پلا دیا

مشہور ہے جہان میں اخلاق آپ کا　　چھوٹوں پہ بھی وہ چند تھا اشفاق آپ کا
ہے نام یوں بھی شہرہ آفاق آپ کا　　حامی تھا ہر روش پہ وہ اخلاق آپ کا

جو کام دستِ پاک میں تھا کامیاب تھا
دشمن کا دل وہ نیم کلیجہ کباب تھا

شدھی و سنگھٹن سے ہی اسلامیوں کو کد　　مذہب کے انکے ہوتی ہی یوں خامیوں کی حد
سوچے نہ بدسرشت ذرا دل میں نیک و بد　　قاتل کو دے رہے ہیں جو ہر طور سے مدد

عیسائی اور دوسرے مذہب خموش ہیں
لیکن محمدی ہیں کہ گم کردہ ہوش ہیں

جس دین پہ تھا ناز وہ بموت مرگیا　　سچ کو وہ جھوٹ کہتے ہیں ایمان کد مرگیا
عصیاں میں غرق اتنے ہیں وزنخ بھی ڈر گیا　　پانی گناہگاری کا سر سے گذر گیا

نارِ سقر کے لب پہ ہے اب الاماں کا شور
نیچا دکھائیگا کبھی اس بدزباں کا شور

سوامی تھا۔ وید کی وہ شریعت پرست تھا　　دشمن محمدی تھے کہ وحدت پرست تھا
شرک و دوئی سے بچ کے حقیقت پرست تھا　　عصیاں ہوں سوختہ وہ طریقت پرست تھا

روحانیوں کے دل تھے اندھیرے میں بیقرار　　ملک عدم میں بھی کہیں شدھی کی تھی پکار
جا پہنچے لیکے گیان کا سورج یہ نامدار　　اب روشنی ملیگی نہ بھٹکیں سیاہ کار

اپدیش سنکے دھرم کا تسکین پائیں گے
بیکنٹھ میں تو اس کو پھر گھر بنائیں گے

اخلاق سے فرشتوں کو انساں بنائینگے　　اشفاق سے جو وید مقدس پڑھائیں گے
سوامی جی اب وہاں بھی گورکل چلائینگے　　سارے وہیں پہ رحم کا سکہ جمائیں گے

بزم فلک میں نور بھریں گے شعور سے
ہر ذرہ بڑھ کے آنکھ ملائیگا طور سے

روتے ہیں لوگ آہ سوامی کدھر گیا　　سب نعرہ زن ہیں ملک کا حامی کدھر گیا
پنڈت دنیاہ تھا جو دوامی کدھر گیا　　وہ سنگھٹن وہ شاہی کا حامی کدھر گیا

وہ آفتاب چرخ حقیقت کہاں ہے آج
وہ رہنمائے شان طریقت کہاں ہے آج

وہ مخزن فیوض محبت کہاں گیا　　وہ دلنواز شان مروت کہاں گیا
وہ نیر سپہر فضیلت کہاں گیا　　وہ چشمۂ امید و مسرت کہاں گیا

وہ چارہ ساز درد جراحت کہاں ہے اب
ٹوٹے ہوئے دلوں کی وہ طاقت کہاں ہے اب

مسجد کو چار چاند لگائے علوم سے　　منبر کی شان عرش پہ پہنچی قدوم سے
لیکچر وہ ایک دلی کا دیا جا کی دھوم سے　　تحسین کا خراج لیا شام و روم سے

وہ بادشاہ ملک محبت تھے آپ ہی

شدھی کے دیوتا کو مارا ہے دن دہاڑے — ہو کیوں نہ ہندوؤں کی آنکھوں سے خون جاری
شدھی و سنگھٹن کا پرچار ہم کریں گے — کر دینگے ہم وطن میں ویدوں کا سکہ جاری

شدھی برکش سے شن دنیا میں پھیل چکا ہے
قاتل نے ہے کلہاڑی اپنی ہی جڑ پہ ماری

(از حق گو دہلوی)

رشتہ تھا سوامی جی سے قریب بعید کا — ماتم ہے سارے ملک میں قومی شہید کا
کیونکر اثر نہ دل میں ہو ظلم شدید کا — اک فعل دوزخی تھا یزید پلید کا

ہر قطرہ ان کے خون کا نیرنگ ساز ہے
شدھی کا کارساز ہے جادو طراز ہے

جنت کی شان دیکھے لہو کو خرید کی — جاگیر نار ہو گئی عبدالرشید کی
طالب ہیں ساری قوم سے سعیٔ مزید کی — بوندیں گریں جو خاک پہ خونِ شہید کی

اب سنگھٹن پہ اور لگی ہے خون کی
قلعی کھلیگی دشمن بد کے جنون کی

دل اٹھائیگا جنازہ حسرتوں کا کس طرح — آہ بارِ گراں۔ افسوس یہ شانہ ترا
شمع پروانہ سے ڈرا اور آہِ آتشبار سے — جل بجھیگا ایک دن یہ شاہی کاشانہ ترا
سر کے بل تجھ کو گرائیگا ترا غیظ و غضب — ٹھوکریں کھلوائیگا یہ جوشِ مستانہ ترا
یہ فقیروں کا کمنڈل ہے نہ کر اتنا غرور — جائیگا مٹی میں مل یہ تاجِ شاہانہ ترا
ناخنِ تدبیر سے مشکل کشائی ہو چکی — ہو گیا ثابت کہ بس بیکار ہے شانہ ترا
ایک دن یہ بُت خدا ہو جائیں گے اے شیخ جی — گر رہا زور و یوں ہی کچھ دن اور بتخانہ ترا
اے دلِ شیدا ہو بیتاب فرطِ رنج سے — دہر میں کوئی نہ اپنا ہے نہ بیگانہ ترا
نذر قدموں پر ترے یہ جان و دل اے شردھانند — بہا گیا دل کو مرے اندازِ جانانہ ترا

تجھ پہ روشن ہو گئی شاید حقیقت آشکار
دیکھتے ہیں ہمیں عرصہ سے فقیرانہ ترا

شردھانند فنڈ کیلئے اپیل

(نتیجۂ فکر جناب فصیح الشعراء بابو لنگن چند صاحب رضا روش بی۔ اے وکیل پانی پتی)

سُن لو اے قوم والو فریاد تم ہماری — کھایا ہوا ہے ہم نے سینہ پہ زخم کاری
رو رو کے مانگتے ہیں تم سے درم کی بھکشا — خالی نہ رہنے پائیں اب جھولیاں ہماری
پیسے کا موہ چھوڑو کچھ نیک کام کر لو — در در کھڑے ہوئے ہیں اب قوم کے بھکاری
دکھ سکھ میں سب تمہارے پرماتما سنیگا — ہم بیکسوں کی سُن لو گر تم بھی آہ و زاری

دِل کی فریاد

(از فصیح الشعراء بابو شگن چندر صاحب روشن بی۔ اے۔ ایل۔ بی)

ہم قوم کا سوامی کو پروانہ کہیں گے — جلتے ہیں جو اُن سے وہ کیا کیا نہ کہیں گے
ڈر ہے کہ فرشتوں کی نیندیں اُچٹ جائیں — رو رو کے ہم آج اپنا افسانہ کہیں گے
جانتے ہیں کہ ہر سوامی کیا عشق میں جان دیدی — اب قوم کا ہم کس کو دیوانہ کہیں گے
دھوکے سے اُسے مارا تھا خوف خطر جس کا — اس فعل کو کیا مسلم انہ کہیں گے
محشر میں کھلیں گے جب اعمال کے سب دفتر — کہنا ہے ہمیں جو بیباکانہ کہیں گے
وہ تختۂ عالم پر شدھی کا بجا ڈنکہ — ہوگی نہ جگہ جس کو ویرانہ کہیں گے
چمکیں گے صداقت سے جب پردہ حرم دونو — پھر کون سی معبد کو بُت خانہ کہیں گے

غیروں کی جڑیں روشن شدھی نے ہلا دی ہیں
ہم قول کے ہیں صادق بیجا نہ کہیں گے

چار آنسو

(از فصیح الشعراء بابو شگن چندر صاحب روشن بی۔ اے۔ ایل۔ بی)

آج اے جاتی نہ ساقی ہے نہ پیمانہ ترا — کس سے دیکھا جائیگا حال غریبانہ ترا
ذکر سے تیرے ٹپکتی ہیں جگر انگاریاں — خون سے لبریز ہے ای قوم افسانہ ترا

دلِ مقتول کی خواہش کے خواہشمند بن جاؤ

ہوگا لابھ ماتم سے نہ اشکوں کی روانی سے
نہ کچھ مطلب بر آئیگا ہماری نوحہ خوانی سے

نہ حاصل لن ترانی سے نہ کچھ جوشِ بیانی ہو
بس اب بنجاؤ مشرو ما نند لیکن سادہ دانی سے

کہ ہندو مارت کے نقصان کا نعم البدل ہی یہہ
ہمیں جو علم ہے بتیاب محتاجِ عمل ہے یہہ

قاتل سے خطاب

(از نوحۂ ناتمام)

سودائے خام جنّت تھا لے شریر تجھکو
بکڑ لیگا روزِ محشر خونِ نفتب تجھکو

ہندو ہیں یا مسلماں سب بھیجتے ہیں لعنت
مطعون کر رہے ہیں برنا و پیر تجھکو

تو نے جلا دیے ہیں کمبخت دلِ کروڑوں
نارِ سقر میں جھونکے ربّ قدیر تجھکو

کافر سہی وہ، لیکن قتلِ فقیر کیا ہے؟
آیا نظر نہ اپنا کفرِ کبیر تجھکو

آباد کافروں سی ہندوستاں ہی سارا
جنّت دلا ہی دیتا ہر راہگیر تجھکو

توڑا ہے پھول تو نے وہ قوم کے چمن سے
فریاد اُٹھ رہی ہے ہر ایک انجمن سے

(محروم)

مخالف جان و دل سے غیر ناکارہ ہے شدھی کا
کہ جُڑ جُڑ کر جنازہ جس نے نکالا ہے شدھی کا

نظر آتا نہیں اس کو تو کیا پیارا ہے شدھی کا
جنازہ جس کو سمجھا ہے وہ گہوارہ ہے شدھی کا

ابھی کمسن ہے یہ بچہ جوانی آنیوالی ہے
ادھر ہر ایک بیگم بن کے رانی آنیوالی ہے

جسے کچھ عقل ہے جو نیک و بد سے جانتی دیوی
کھری کھوٹے کو بدھی سے جو پہچانتی دیوی

بنیگی آریہ دیوی بجیگی بھاونتی دیوی
بنی ہے اصغری بیگم سے جیسے شانتی دیوی

ہمارے پاس آئیں گی ہماری ماں بہن بیٹی
کہ اصل و نسل سے ہندو ہیں ساری ماں بہن بیٹی

نہ ہرگز آریہ نیستا ہاتھ میں صمصام لیتے ہیں
کہ شستر سے نہیں وہ شاستروں سے کام لیتے ہیں

طمنچہ کا چھری کا تیغ کا کب نام لیتے ہیں
کسی کو جب کہ گرتا دیکھتے ہیں تھام لیتے ہیں

سکھاتا دھرم ان کا بھی تو یہ بھی کشت و خوں کرتے
کہ رکھتے نام کارِ خیر اور کارِ زبوں کرتے

تناسخ ماننے والے ہیں کیا مبادا سے ٹلنے کو
کہ دم لینا سمجھتے ہیں ہمیشہ دم نکلنے کو

ابھی آنے ہیں سوامی مفسدوں کا سر کچلنے کو
گئی ہیں توشہ خانہ تک نیا جامہ بدلنے کو

محبت سے مسلمانوں کو اپنے ساتھ رکھیں گے
نکل آئیگی چوٹی جس کے سر پر ہاتھ رکھیں گے

کروڑوں ہندو دنیا میں آج کیا ایسا نہیں کوئی
سنبھالے کام ان کا ہے کہ سجادہ نشیں کوئی

کریں یہ یگیہ سب مل کر نہ ہو حصہ بر جبیں کوئی
بجائے وید کا ڈنکا کہیں کوئی کہیں کوئی

اگر شدھی میں شر دیکھے تو شردھانند بچاؤ

ضعیف العمر، محسن، ناتواں، بیمار، سنیاسی — زنانوں کی چھری ایسی ہو نہ ایسی خون کی پیاسی

کرے گا کون ایسی بزدلی - ایسی دغا بازی
ارے کمبخت تو تو ہیجڑوں سے لے گیا بازی

دسے درشن دیا ہے تجھکو بیماری کی حالت میں — ملے تھے بے تکلف تجھ سے تکلیف و علالت میں
مگر تو نے تو گولی مار دی جوش جہالت میں — دکھایا یہ کہ ہے یہ فرق اصالت اور رذالت میں

تجھے معلوم ہے؟ اس وقت کیا پستول کہتی تھی
ارے شیطان! تیرے منہ پہ وہ لاحول کہتی تھی

اسے افسوس تھا میں پنجۂ ناپاک میں آئی — مقام شرم ہے چھپ کر نجس پوشاک میں آئی
جلا جاتا ہے دل کیوں دست غیرتناک میں آئی — غضب ہے اک بزرگ ناتواں کی تاک میں آئی

چلا کرتی ہوں میں موذی شریروں کے سروں پر
ادھر تو نے چلایا مجھے پیروں فقیروں پر

مجھے معلوم ہوتا تو یہاں ہرگز نہ آتی میں — نشانہ اپنے لانیوالے بزدل کو بناتی میں
پھٹا ہے درد قاتل جب ہے وہ گولی نہ کھاتی میں — ہوا ہے خون ناحق کے سبب سوراخ چھاتی میں

کہیں گی دیکھئے کیا کیا مجھے ہمجولیاں میری
پرستش گاہ میں داخل ہوئی ہیں گولیاں میری

۱۹۲۶ء
دسمبر عیسوی انیس سو چھبیس جب آیا — ہوئی تھی تیئیس تاریخ اور دن پنجشنبہ کا
خبر تھی پونے تین کر شناست انیس سو تراسی تھا — بجے تھے کوئی ساڑھے چار ہونے آئی تھی سندھیا

اٹھی بستر سے شدھی کان پر اک فیر ہونے سے
ہوا آغاز کار اب خاتمہ بالخیر ہونے سے

نہ قاتل اپنی ہمت سے سر بام شہید آیا
کسی تحریک پنہاں سے یہاں عبدالرشید آیا

دلیری سے کہاں پستول ظالم نے سنبھالی تھی — غلام زر نے اپنی زندگانی بیچ ڈالی تھی
شقاوت بھر رہی تھی دل میں لیکن جیب خالی تھی — عداوت تھی نہ کینہ تھا فقط اجرت حلالی تھی

غلط کہتا ہے قاتل میں ہوا اسلام پر قرباں
کیا اسلام کو بدنام ہو کر دام پر قرباں

طلب پانی کیا تھا حیلۂ تشنہ دہانی سے — لہو کی پیاس تھی بجھتی وہ کیونکر صرف پانی سے
چھپایا جذبۂ ناپاک کو گوکن ترانی سے — مگر خونخوار تھا چوکا نہ آخر خونفشانی سے

لہو کے داغ فوراً جم گئے قاتل کے جامے پر
گنہگاری کی مہریں لگ گئیں اعمالنامے پر

دلاور دھرم سنگھ و دھرپال آئے نظر دونوں — وہیں موجود تھے سوامی کے سیوک دیر در دونوں
مگر قاتل کے منصوبہ سے مطلق بیخبر دونوں — ہوئیں فیریں تو فوراً پل پڑے شیر ببر دونوں

بہادران کو کہتے ہیں کہ خونی کو دبا بیٹھے
بھری پستول کی پرواہ نہ کی سینہ پہ آ بیٹھے

کشاکش میں ظالم نے اپنا فیر بھی کر دی — مگر کہنا پڑے گا واہ رے شان جوانمردی
بہت کچھ خون نکلا پھر بھی چہرہ پر نہ تھی زردی — نہ اپنے درد کا تھا ورد بل بے جوش ہمدردی

نری بے بیچ کا یہ ماجرا ہے دیر تا اسپر
کھنچی تصویر دونوں کی یہ پوزیشن ہے کیا سندر

گیا دلی تو اسی کو اتر نے سورگ کا باسی — تعجب ہے کہ کمرہ میں بہا دی لال گنگا سی

شررِ تجلّی

(از پنڈت نارائن پرشاد صاحب بیتاب مالکِ بیتاب پرنٹنگ ورکس دہلی)

رباعی

یہہ خامہ نے آج ہے پستول کی نال — نقطے بھی نکلتے ہیں تو گولی کی مثال
مفقود و مراد و مدعائے دشمن — اک فیر نے بیتاب کیا سب کو حلال

ایضاً

قاتل نے چلاکے وہ طمنچہ خونریز — شبدیز کو شدھی کے لگادی مہمیز
گلگیر نے سر شمع کا کیا کاٹ دیا — محفل میں ہوئی روشنی اب اور بھی تیز

مسدس

نظام نظم کس کا ؟ یہ فقط دو حرف غم کے ہیں — مرے اشعار کب پابند انداز رقم کے ہیں۔
حروف ان کو نہ سمجھیں آپ یہ آنسو قلم کے ہیں — جگر کے داغ آکر سینۂ کاغذ پہ چمکے ہیں

سخن گوئی نہیں ہے یہ جلے دل کے پھپھولے ہیں
کسی کو برگ گل ہیں یہ کسی کو بم کے گولے ہیں

اڑاے کو نشانہ خود بخود کیا تیر چلتا ہے — کماں کو زور سے وہ جانب نخچیر چلتا ہے
قلم جس وقت کاغذ پر دمِ تحریر چلتا ہے — کسی کا ہاتھ ہی گویا پئے تدبیر چلتا ہے

سوامی کا سوامی سے ملاپ

بچھڑنے والوں کا وِلاپ

مرتے مرتے بھی ہمیں مرنا سکھا کر چل دیے
یہ امر جیون کا نسخہ تھا بتا کر چل دیے

آپ کی ہستی تھی یا تصویرِ استقلال تھی
گولیاں پستول کی سینہ پہ کھا کر چل دیے

کب پہنچنے سے کلیجے میں ہوئے سوراخ تین
تین اکشر اوم کے دل میں دکھا کر چل دیے

لگ گئی اب خون کی دھاروں سے یہ کی داغ بیل
ویر پتروں کے لئے رستہ بنا کر چل دیے

کیس شدھی کا نہ اب تنسیخ کے قابل رہا
فیصلے پر خون کی مہریں لگا کر چل دیے

اب چلیں شدھی کے پودے کی جڑیں پاتال کو
خونِ دل سے باغباں پانی لگا کر چل دیے

حاسدوں کو تھا شرافت اور صالت پر غرور
آزمانا تھا انہیں بس آزما کر چل دیے

دیکھ کر قاتل کو اپنے محض بزدل زن خصال
ہتھکڑی کی چوڑیاں کر میں پہنا کر چل دیے

چھایا تھا نہ اوروں پہ پڑے گرد و غبار
دھرم کے پنتھ میں لہو اپنا بہا کر چل دیے

کوئی ماں کا لال ہو اب آ کے سجادہ نشیں
آپ تو مسند پہ پوتر آسن بچھا کر چل دیے

دیکھنے تو آشنا کی لاش اور منور تھا کا دمان
چار دن جو موہنی مورت دکھا کر چل دیے

آ گیا تھا بن کے اگنی بان اگنی کا پیام
یوں شرن میں اگنی کی آنند پا کر چل دیے

ہو گئے بیتاب شردھانند سوامی جب شہید
دھیریہ اور سنتوش سب دامن چھڑا کر چل دیے

[illegible]

اوم

ابتدائے کلمات

دنیا میں کوئی دھرم ہزار اونچا اور سچا ہونے پر بھی تب تک نہیں پھیل سکتا جب تک کہ اس کے شیدائی اور فدائی پرچارک اپنی شہادت کے خون سے اس کے سچا ہونے کی مہر ثبت نہیں کرتے۔ ہندو جاتی اس بات پر بجا فخر کر سکتی ہے کہ اس نے آجتک دھرم کے نام پر مارنے والے نہیں۔ بلکہ مرنے والے پیدا کئے ہیں اور کافی تعداد میں پیدا کئے ہیں۔

سوامی شردھانند جی نے اپنی شہادت سے وہ کام کیا ہے جو ان کے خیالات کے پرچار میں سچ مچ بجلی کا کام کریگا۔ سوامی جی کی اس بے داغ شہادت اور اسلامی تعلیم کی جہادی اسپرٹ پر ہندو شعراء نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ انہیں ناظرین غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ ہندو جاتی اختلاف رائے رکھتے ہوئے بھی ان حالات کو کس نگاہ سے دیکھتی ہے۔

مؤلف

پیامِ شہید

یعنی

شہیدِ پرم شری سوامی شردھانند جی مہاراج

کے

اندوہناک قتل پر ہندو شاعروں کے دلی جذبات

مرتبہ شری شانت سوامی انوبھوانند جی مہاراج

جسے

ماسٹر شوچرن داس گپتا نے شردھانند ساہتیہ منڈل کی طرف سے شائع کیا

بار اول۔ تعداد جلد ۲۰۰۰ قیمت فی جلد ۶؍

(مطبوعہ تیج پریس دھلی)